ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

27

www.tanzeem.org

25 شوال تا یکم ذوالقعدہ 1439ھ/10 تا 16 جولائی 2018ء

## اس شمارے میں

طیب اردگان اور اسلام دشمن قوتیں

تعلیمات قرآن کا مختصر خلاصہ

مطالعۂ کلام اقبال (77)

ووٹ کس کو دیں؟

شاہیں اڑ گیا تیرا

جھوٹ کی حقیقت اور اس کی قباحتیں

منکرات اور ہماری ذمہ داری

## ایمان، ایک مکمل اسلوب حیات

ایمان جرأت و شجاعت پیدا کرنے والا، حیرت انگیز انقلاب برپا کرنے والا، بند دروازوں کو کھولنے والا اور ہر چہار جانب رہنمائی کرنے والا روشن مینار ہے۔

ہمارا مطلوبہ ایمان محض ایک شعار اور دعوت ہی نہیں بلکہ وہ ایک مکمل اسلوبِ حیات ہے، فرد کے لئے بھی اور قوم کے لئے بھی۔ نہایت تیز روشنی ہے جو فرد کی دنیائے فکر و ارادہ کو منور کرتی ہے اور جب اس کی شعاعیں معاشرہ پر پڑتی ہیں تو اس کی رگوں میں خونِ زندگی دوڑنے لگتا ہے۔ اس کے رگ و پے میں امن و عافیت سرایت کرتی چلی جاتی ہے۔ وہ مریض ہوتا ہے اور دوائے ایمان اسے شفایاب کر دیتی ہے بلکہ وہ مرچکا ہوتا ہے اور اکسیرِ ایمان اسے حیاتِ نو بخش دیتی ہے۔ سچ ہے کہ ایمان رموزِ الٰہی کا راز دان ہوتا ہے۔ وہ جب کسی چیز کو کہتا ہے تو وہ وجود میں آ جاتی ہے۔

حقیقی ایمان پوری زندگی پر اپنے نقوش و اثرات مرتب کرتا ہے اور اسے صبغۃ اللہ میں رنگ دیتا ہے۔ انسان کے افکار و نظریات، اس کے جذبات و اطوار سب اطاعتِ الٰہی اور بندگیٔ رب کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہوتا جس پر یہ رنگ گہرا نہ ہو۔ صبغۃ اللّٰہ و من احسن من اللہ صبغۃ......

وہ قوم جو ایمان سے منور زندگی بسر کرنا چاہتی ہے اسے اپنے جملہ اصول و مناہج تقاضائے ایمان کے مطابق بدلنا ہوں گے اور ہر اس چیز سے دستکش ہونا پڑے گا جو نورِ ایمان کا راستہ روکنے والی ہو۔ اگر کوئی قوم یہ قربانی نہیں دیتی مگر اسلام و ایمان کا دعویٰ کرتی چلی جاتی ہے تو اس کے دعویٰ کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اے اللہ! امتِ مسلمہ کی صراطِ ایمان کی طرف رہنمائی فرما۔

علامہ یوسف القرضاوی

# اللہ کے ہاں ناانصافی نہیں ہے

الھدیٰ (810)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ طٰہٰ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 111 تا

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ ط وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ۝ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا وَّصَرَّفْنَا فِیْهِ مِنَ الْوَعِیْدِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ اَوْ یُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ج وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰۤى اِلَیْكَ وَحْیُهٗ ز وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ۝

**آیت ۱۱۱** ﴿وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ ط﴾ ’’اور سب کے چہرے جھکے ہوئے ہوں گے اُس ہستی کے حضور جو الحی القیوم ہے۔‘‘

قرآن مجید کا یہ تیسرا مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے یہ دو نام الحی اور القیوم ایک ساتھ آئے ہیں۔ اس سے پہلے سورۃ البقرۃ‘ آیت ۲۵۵ (آیت الکرسی) اور سورۂ آل عمران‘ آیت ۲ میں یہ دونوں نام اکٹھے آ چکے ہیں۔ الحی القیوم کے بارے میں عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ’’اسم اللہ الاعظم‘‘ یعنی اللہ کا عظیم ترین نام (اسم اعظم) ہے‘ جس کے حوالے سے جو دعا کی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔

﴿وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾﴾ ’’اور یقیناً خائب و خاسر ہوا وہ جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا۔‘‘

یعنی کسی طرح کے شرک کا مرتکب ہوا۔

**آیت ۱۱۲** ﴿وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾﴾ ’’اور جس کسی نے نیک اعمال کیے ہوں گے اور وہ مؤمن ہو گا تو اسے نہ کسی بے انصافی کا اندیشہ ہو گا اور نہ کسی زیادتی کا۔‘‘

**آیت ۱۱۳** ﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا وَّصَرَّفْنَا فِیْهِ مِنَ الْوَعِیْدِ﴾ ’’اور اسی طرح ہم نے نازل کیا ہے اس (کلام) کو عربی قرآن بنا کر‘ اور پھیر پھیر کر بیان کی ہیں ہم نے اس میں تمام وعیدیں‘‘

﴿لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ اَوْ یُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾﴾ ’’شاید کہ وہ تقویٰ اختیار کریں یا (شاید) وہ پیدا کرے ان (کے دلوں) میں کچھ یاددہانی۔‘‘

ہو سکتا ہے قرآن کی تاثیر سے ان کے اندر کوئی مثبت سوچ یا ایمان کا جذبہ پیدا ہو جائے۔

**آیت ۱۱۴** ﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ج﴾ ’’تو بہت بلند و بالا ہے اللہ‘ بادشاہ حقیقی۔‘‘

﴿وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰۤى اِلَیْكَ وَحْیُهٗ ز﴾ ’’اور آپؐ جلدی نہ کیجیے اس قرآن کے ساتھ اس سے پہلے کہ آپؐ پر اس کی وحی مکمل ہو جائے‘‘

’’عجلت‘‘ کا مضمون یہاں چوتھی مرتبہ آیا ہے۔ (وضاحت کے لیے ملاحظہ ہو آیت نمبر ۸۳ کی تشریح)۔ آپ ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ قرآن کے معاملے میں جلدی نہ کریں۔ آپؐ کا شوق بجا مگر وحی سے متعلق تمام معاملات (وقت‘ مقدار‘ مضمون وغیرہ) اللہ کی حکمت اور مشیت کے مطابق طے پائیں تو اسی میں خیر اور بہتری ہے۔

﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾﴾ ’’اور آپؐ یہ کہتے رہا کیجیے کہ اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔‘‘

فرمانِ نبویؐ

# کامل ایمان

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِیْمَانَ)) (ابوداؤد)

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اُس شخص کے ’’کامل ایمان‘‘ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے جس کی دوستی اور دشمنی اللہ کے لیے ہو اور جو مال خرچ کرنے اور نہ کرنے میں اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھتا ہو۔‘‘

**تشریح**: مؤمن کی زندگی کا نصب العین ’’اللہ کی رضا کا حصول ہے۔ اسے نہ تو ستائش کی تمنا ہوتی ہے‘ نہ صلہ کی پروا۔ وہ کسی سے جڑتا ہے تو ذاتی اغراض سے مجبور ہو کر نہیں بلکہ اس لیے کہ اللہ کے دین کا مفاد اسی سے وابستہ ہے۔ وہ کسی سے کٹتا ہے تو اپنے وقار اور ذوق کی بنا پر نہیں بلکہ محض اللہ کی رضا کے لیے۔ وہ اپنی کمائی ہوئی دولت کو خرچ کرنے میں اللہ کی رضا کو مقدم سمجھتا ہے۔ کتنا‘ کہاں اور کب خرچ کرنا ہے؟ اس معاملہ میں وہ اللہ کے قانون کا پابند ہوتا ہے اور اس پابندی قانون میں (نمود و نمائش کے جذبے سے بے نیاز) محض اللہ کی رضا اس کا مطمح نظر ہوتی ہے۔ وہ اس کام پر اپنی جیب سے ایک پیسہ بھی صرف نہیں کرتا جس پر خرچ کرنے سے اللہ کی ناراضی کا اندیشہ ہو۔

ہفت روزہ
لاہور
# ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
25 شوال تا یکم ذوالقعدہ 1439ھ جلد 27
10 تا 16 جولائی 2018ء شمارہ 27
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر "مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# طیب اردگان اور اسلام دشمن قوتیں

یہودیوں کی جادوگری ملاحظہ فرمائیں۔ جنگ عظیم اوّل اور دوم کے معرکے یورپ میں ہوئے اور عیسائی دنیا کے درمیان لڑے گئے لیکن اصل زک عالم اسلام کو پہنچی۔ سلطنت عثمانیہ تباہ و برباد ہوئی‘ نظام خلافت کا خاتمہ ہوا اور امت مسلمہ کے حصے بخرے ہو گئے اور کئی مسلم نیشن سٹیٹس وجود میں آ گئیں۔ اُدھر لندن نے عالمی طاقت کا مرکز طشتری میں رکھ کر واشنگٹن کو پیش کر دیا، جہاں یہودی مارکیٹ سے میڈیا تک ہر جگہ اپنے پنجے پوری طرح گاڑھ چکے تھے۔

ترکی اب محض ترکوں کا وطن تھا۔ مصطفےٰ کمال پاشا اگرچہ مغربی قوتوں کے خلاف لڑا تھا، لیکن اب جدید ترکی کا لیڈر تھا۔ اور مغربی ایجنڈے کی تکمیل کر رہا تھا لہٰذا اُس نے اتاترک کا خطاب پایا اور مغرب سے بھی ایک قدم آگے بڑھا۔ مغرب تو سیکولرازم کا پرچارک تھا یعنی ہمہ مذہبیت کا قائل تھا۔ مصطفےٰ کمال مذہب دشمن کی حیثیت سے سامنے آیا۔ مذہب اور مذہبی لوگوں کے خلاف ایسے اقدام کیے‘ جس سے بہت سے شہری دیہاتوں کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ اپنے مذہب یعنی اسلام کو قانونی طور پر نشانہ بنایا۔ لہٰذا بہت سے شعائر اسلامی قانون کی نذر ہو گئے۔ ترکی کو کٹر سیکولر ریاست قرار دیا گیا۔ سیکولر آئین دیا گیا اور فوج کو اس کا محافظ بنایا گیا۔ یعنی کوئی سول حکومت بھی اگر سیکولرازم سے ہٹے گی تو فوج کو اقدام کرنے کا آئینی حق حاصل ہوگا۔

عام ترک نے خاص طور پر شہروں میں جدیدیت کو قبول تو کر لیا۔ اور مغربی تہذیب کا تسلط بھی نظر آنے لگا، لیکن بہرحال ترکوں کی رگوں میں جو خون گردش کر رہا تھا، اُس میں اسلام کے اثرات تھے۔ سعید نورسی کی تحریک نے ترکوں کو مذہب کی طرف کسی قدر متوجہ کیا۔ موجودہ منتخب صدر طیب اردگان اور فتح اللہ گولن اس تحریک کا حصہ تھے۔ اب ترکوں میں تقسیم نظر آ رہی تھی۔ ایک بڑا گروہ وہ تھا جسے سیکولر یا کمالسٹ یعنی مصطفےٰ کمال پاشا کا نظریاتی پیروکار سمجھا جاتا تھا اور دوسرا گروہ جو افراد یا ایسی چھوٹی چھوٹی جماعتوں پر مشتمل تھا جو مذہب کی طرف رجحان رکھتے تھے، اُن کا تھا۔ انہیں سیکولرز یا کمالسٹ رجعت پسند کہتے تھے۔

اکیسویں صدی کے آغاز میں یہ رجعت پسند اکٹھے ہوئے اور اُنہوں نے جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی (Justice and Development party) کے نام سے سیاسی جماعت تشکیل دے دی۔ 2003ء میں طیب اردگان اس پارٹی کو لیڈ کرتے ہوئے وزیراعظم منتخب ہوئے وہ 2014ء تک مسلسل وزیراعظم منتخب ہوتے رہے۔ اب 2018ء میں وہ تیسری مرتبہ صدر منتخب ہوئے ہیں کیونکہ وزیراعظم کا عہدہ ختم کر دیا گیا تھا۔ شروع میں اُن کا رجحان مغرب اور امریکہ کی طرف تھا۔ لبرل مارکیٹ اکانومی بطور اقتصادی پالیسی رائج تھی جو کیپٹلزم کا جزو لاینفک ہے۔ اُن کا یہ رجحان شاید اس لیے بھی تھا کہ جنگ عظیم دوئم سے لے کر سوویت یونین کی شکست و ریخت تک امریکہ اور مغرب نے سیکولرازم اپنانے کے باوجود اپنا پلہ مذہب کی طرف جھکایا ہوا تھا۔ کیونکہ کمیونزم الحاد کا پرچارک تھا اور سرمایہ دارانہ نظام کے کسٹوڈین

اسے اپنے نظام کا بدترین دشمن گردانتے تھے۔ کمیونزم شکست سے دوچار ہوا تو امریکہ نے اپنا مذہب پسندی والا نقاب اتار دیا۔ دنیا میں موجود مذاہب میں سے صرف اسلام ایک مکمل نظام حیات اور لائحہ عمل رکھتا ہے لہٰذا امریکہ پوری قوت سے اسلام پر حملہ آور ہوا۔ اُدھر طیب اردگان اسلام کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے اس نہج پر پہنچ گئے کہ آئینی طور پر سیکولر ترکی عملی طور پر اسلامی نظام نہ سہی کسی قدر اسلامی طرز حیات کا نظارہ پیش کرنے لگا۔ طیب اردگان نے گزشتہ چودہ سالوں میں ترکی میں اُنیس ہزار نئی مساجد بنائیں۔ پرانی تاریخی مساجد کو renovate کیا گیا۔ امام حاطب سکول قائم گئے یعنی مذہبی تعلیم کا نیٹ ورک قائم کیا۔ 2017ء تک دس لاکھ بچے اس میں دینی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ سکولوں میں قرآن اور سیرت نبوی کی تعلیم لازم کردی گئی۔ عمر کی یہ پابندی ختم کر دی کہ 12 سال کی عمر سے پہلے قرآن نہیں پڑھا جا سکتا بلکہ 2013ء میں قرآن فار پری سکولرز Quran for pre schoolers کا ایک نظام بنایا۔ نومبر 2015ء میں حجاب پر پابندی ختم کر دی۔ شراب کی فروخت کو محدود کیا گیا۔ اسلامک بینکنگ کو ترقی دی گئی۔ سودی نظام کو اردگان ظالمانہ نظام کہتے ہیں۔

اردگان کے مذکورہ بالا اقدامات کی وجہ سے امریکہ اُس کا بدترین دشمن بن گیا۔ 2009ء میں رینڈ کارپوریشن نے The Rise of political Islam in Turky کے عنوان سے ایک سو پینتیس (135) صفحات پر مشتمل ایک رپورٹ امریکہ کے سیکرٹری آف ڈیفنس کو بھجوائی۔ اُنہوں نے تجویز کیا کہ AKP یعنی اردگان کی جماعت کو فوکس کیا جائے اور اسے ماڈریٹ کیا جائے اور اس معاملے میں یورپین یونین سے اشتراک کیا جائے۔ اس جماعت پر کام کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ رینگتا اور سرایت کرتا ہوا اسلام اس جماعت کی وجہ سے پھیل رہا ہے۔ ترکی کی عدلیہ پر اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے اس جماعت کو کالعدم قرار دلایا جائے۔ آخری حربہ یہ ہے کہ سافٹ فوجی انقلاب سے یہ مقاصد حاصل کیے جائیں۔ البتہ اگر سافٹ انقلاب کارگر ثابت نہ ہو تو خونی انقلاب سے یہ مقصد حاصل کیا جائے۔ یہ بات اب کوئی راز نہیں کہ 2016ء کی ناکام فوجی بغاوت کو امریکی حمایت حاصل تھی۔ اس پر اردگان نے سخت ردعمل دیا اور امریکہ سے اپنا رخ موڑ کر روس سے تعلقات قائم کیے۔ ترکی کی تاریخ میں پہلی مرتبہ روس سے قریبی تعلقات قائم ہوئے۔

آگے بڑھنے سے پہلے لوزان II معاہدے کا ذکر ضروری ہے۔ یہ معاہدہ یورپ کے فاتح ممالک اور شکست خوردہ ترکی کے درمیان 1923ء میں ہوا۔ اس کی مدت سو سال طے کی گئی۔ گویا 2023ء میں یہ ختم ہو رہا ہے اس معاہدے کے مطابق نظام خلافت ختم کر دیا گیا۔ خلیفہ اور اُس کے خاندان کو ملک بدر کر دیا گیا۔ اُن کے اثاثہ جات ضبط کر لیے گئے۔ ترکی ایک سیکولر ریاست ہوگی۔ ترکی اپنی زمین سے تیل نہیں نکال سکے گا۔ بحیرہ اسود اور بحیرہ روم کے درمیان جو پانی کی گزرگاہ ہے وہ انٹرنیشنل واٹر ہوگا یعنی ترکی اس پر ٹیکس نہیں لگا سکے گا۔ یہ معاہدہ 2023ء میں یعنی 5 سال بعد ختم ہو رہا ہے۔ طیب اردگان کئی عوامی اور نجی محفلوں میں ذکر کر چکے ہیں کہ ہم اس معاہدے کے خاتمے پر وہ سب کچھ کریں گے جن کے حوالے سے ہم پر پابندیاں تھیں۔ اس بات نے اسلام دشمن قوتوں کی نیندیں حرام کی ہوئی ہیں۔ ترکی جو اقتصادی لحاظ سے اس وقت بھی مضبوط بنیادیں رکھتا ہے، اس معاہدے کے خاتمے کے بعد ایک سپر اکنامک پاور بن کر ابھر سکتا ہے۔ لہٰذا امریکہ اور دوسری اسلام دشمن قوتوں کی نظر میں ترکی بُری طرح کھٹک رہا ہے اور وہ 2023ء سے پہلے یقیناً ترکی کے خلاف بڑا قدم اٹھائیں گی۔ ترکی کے صدر طیب اردگان کی پالیسی میں جو تضاد نظر آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ ترکی ابھی تک نیٹو کا رکن ہے اور اسرائیل سے سفارتی تعلقات قائم کیے ہوئے ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر ترکی کے صدر طیب اردگان عالم اسلام کو لیڈ کرنا چاہتے ہیں تو نیٹو کی رکنیت اور اسرائیل سے سفارتی تعلقات چہ معنی دارد۔ ہماری رائے میں یہ اُن کی سٹرٹیجی کا حصہ ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ یوں کھلم کھلا دشمنوں کو للکارا جائے بلکہ اپنے ہدف کی طرف آہستگی سے بڑھا جائے۔ ہدف کی بات آئی ہے تو ہم یہ واضح کرنا چاہیں گے کہ طیب اردگان سٹرٹیجی جو بھی اختیار کریں اُن کا اصلی ہدف خلافت راشدہ کا نظام ہونا چاہیے۔ بعض باتوں سے ایسے اشارات ملے ہیں کہ طیب کا ہدف سلطنت عثمانیہ کا احیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ علامہ اقبال نے جو کہا تھا کہ مسلمانوں کو ایسی اسلامی ریاست درکار ہے جس میں اسلام کے چہرے پر پڑے دور ملوکیت کے پردے اور داغ مٹا دیئے جائیں وہ صد فی صد درست ہے۔ جبکہ سلطنت عثمانیہ پر دور ملوکیت کے گہرے اثرات مرتب ہو چکے تھے انہیں ختم کر کے خلافت راشدہ کے دور کا اسلام ہی آج امت مسلمہ کے تمام مسائل کا حل ہے۔ ہمارا طیب اردگان سے مطالبہ ہے کہ اس ہدف کو اپنی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔ اسی صورت میں اُنہیں تمام عالم اسلام کی حمایت حاصل ہو سکے گی۔ اور یہی وہ اسلامی ریاست ہوگی جس پر اللہ رب العزت کی رحمتیں نازل ہوں گی اور ایسی ریاست ہی بدخواہ اسلام دشمنوں قوتوں کو عبرت ناک انجام تک پہنچانے میں کامیاب ہوگی۔ ان شاءاللہ!

# تعلیماتِ قرآن کا مختصر خلاصہ

## (سورۃ العصر کی روشنی میں)

**مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 29 جون 2018ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص**

مرتب: ابوابراہیم

قارئین محترم! ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے کہ رمضان ہماری زندگیوں میں آیا اور چلا گیا۔ اس کے ہماری زندگیوں پر کیا اثرات مرتب ہوئے، روزے کی عبادت کا جو اصل حاصل ہے کیا وہ ہماری زندگیوں میں نظر آنا شروع ہوا یا نہیں، اسی طرح رات کے قیام سے ہم نے کیا سیکھا اس حوالے سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ گزشتہ شمارے میں ہم نے پڑھا تھا کہ روزہ اصل میں تقویٰ کے حصول کی ایک ٹریننگ ہے۔ جس طرح روزے کی حالت میں انسان اللہ کی فرمانبرداری میں جائز چیزوں سے بھی بچتا ہے تو اس کا حاصل یہ ہے کہ انسان سال کے باقی گیارہ مہینوں میں اللہ کی نافرمانی سے یعنی گناہ کے کاموں اور حرام سے بچے۔ کیونکہ تقویٰ کی بنیاد پر ہی اُخروی کامیابی کا انحصار ہے۔ اسی طرح رمضان میں رات کے قیام کا بھی ایک مقصد ہے کہ انسان کا قرآن کے ساتھ تعلق قائم ہو۔ جس طرح ہم رات کے قیام یعنی نمازِ تراویح میں قرآن پڑھتے اور سنتے ہیں۔ اس طرح سال کے باقی گیارہ مہینوں میں قرآن کے ساتھ اپنے تعلق کو قائم رکھیں، اسے پڑھیں، اس کی آیات پر غور وفکر کریں اور عملی زندگی میں اس سے راہنمائی حاصل کریں۔ قرآن تو نازل ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ

﴿اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝۲﴾ (یوسف) ''ہم نے اس کو نازل کیا ہے عربی قرآن بنا کر تاکہ تم لوگ اسے اچھی طرح سے سمجھ سکو۔''

ہمیں دین آبائی طور پر ملا ہے۔ والدین بتاتے رہے کہ حضور ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ خالق کائنات ہے اس لیے ہم بھی مانتے ہیں۔ جن لوگوں کے والدین یہ نہیں مانتے ان کے بچے بھی نہیں مانتے۔ گویا ہمیں دین تو موروثی طور پر مل گیا ہے لیکن ہمارے اندر ایمان اور یقین اس طرح کا نہیں ہے جیسا کہ ایک سچے مسلمان میں ہونا چاہیے۔ اس ایمان اور یقین کا اصل منبع اور سرچشمہ قرآن حکیم ہے۔ لیکن جیسا کہ ظاہر ہے یہ ایمان اور یقین ہمیں اس وقت حاصل ہوگا جب ہم قرآن کو پڑھیں گے اور سمجھیں گے۔ اس کی ٹریننگ رمضان میں رات کا قیام تھی۔ رمضان میں ہم نے پورا قرآن پڑھ اور سن تو لیا لیکن اب یہ ساری راہنمائی ہر وقت تمام تشریحات کے ساتھ ہمارے ذہن میں نہیں رہ سکتی۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کی تعلیمات کا مکمل خلاصہ سورۃ العصر کی صورت میں عطا کر دیا۔ سورۃ العصر تین آیات پر مشتمل ایک مختصر سورت ہے جو ہر شخص یاد رکھ سکتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ جب بھی دو صحابہؓ آپس میں ملتے تھے تو اس وقت تک جدا نہیں ہوتے تھے جب تک وہ ایک دوسرے کو سورۃ العصر سنا نہ دیں۔ اس لیے کہ یہ دنیا ہمیں اپنے اندر گم کر لیتی ہے۔ دنیا کے مشاغل و مصروفیات میں ہمیں بالکل ہی بھول جاتا ہے کہ ہم نے اللہ کے حضور بھی حاضر ہونا ہے۔ نیز یہ کہ ہمیں اس دنیا میں عیش وعشرت کے لیے نہیں بلکہ امتحان کے لیے بھیجا گیا ہے۔ چنانچہ اس سبق کو بار بار دہرانے کی ضرورت ہے۔ اسی لیے تو ہمیں پانچ وقتہ نماز کا تحفہ ملا ہے۔ چونکہ انسان دنیا کی رنگینیوں میں گم ہو کر اصل سبق بھول جاتا ہے جیسے اقبال نے کہا کہ

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے

اس گمشدگی سے نکالنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے پانچ وقتہ نماز کا تحفہ دیا۔ یہ شب معراج کا اصل تحفہ ہے۔ اسی طرح قرآنی تعلیمات کا مکمل خلاصہ ذہن میں رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ العصر کا تحفہ دے دیا جس کا آغاز اس طرح ہو رہا ہے:

﴿وَالۡعَصۡرِ ۝۱﴾ ''زمانے کی قسم ہے۔''

ایک بات کو جب زور دے کر بیان کرنا ہوتا ہے تو قسم کھائی جاتی ہے اور قسم کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی جا رہی ہے وہ اس بات پر گواہ ہے۔ ہم اللہ کی قسم کھاتے ہیں کیونکہ اللہ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے اور وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ لیکن اللہ یہاں زمانے کی قسم کھا رہا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ تیزی سے گزرتا ہوا زمانہ اس امر پر گواہ ہے۔ ہم تو اسی زمان ومکاں کے عادی ہیں جس میں ہم رہ رہے ہیں، ہم بات بھی اسی کی کرتے ہیں۔

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں، لا الٰہ الا اللہ

لیکن زمانہ ازل سے لے کر ابد تک ہے۔ وہ اس دور کا بھی شاہد ہے جب ابھی انسان پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد زمانہ پوری انسانی تاریخ کا بھی شاہد ہے۔ تیزی سے گزرتے ہوئے زمانے کے بارے میں ایک بڑی پیاری مثال کسی نے دی کہ ہمارے پاس جو وقت ہے اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی برف کا تاجر اپنی برف لے کر بیٹھا ہے اور لوگوں کو آوازیں دے رہا ہے خریدنے کے لیے۔ اسے پتا ہے کہ اگر یہ میرا سودا بر وقت نہ بکا تو یہ جلد ہی پانی بن جائے گا اور اس میں جو میں نے انوسٹمنٹ کی ہے وہ تو ختم ہو جائے گی۔ یہی مثال دنیا کی اس زندگی کی ہے کہ ہماری بھی عمر برف کی طرح پگھل رہی ہے۔ ہم ہر لحظہ موت سے قریب تر ہو رہے ہیں اور موت سب سے بڑی حقیقت ہے۔ لیکن مغربی تہذیب کا ہماری آنکھوں پر

ایسا پردہ پڑا ہوتا ہے کہ ہم سالگرہ میں جشن منا رہے ہوتے ہیں۔ حالانکہ سر پکڑنے کی بات ہے کہ انسان موت کے اور قریب ہو گیا۔ اسے اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ گزشتہ برس جو غلطیاں ہوئی ہیں اور اللہ کی جو نافرمانیاں ہوئی ہیں ان پر توبہ کریں اور آئندہ کے لیے عزم کریں کہ اپنی زندگی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت میں گزاریں گے۔ لیکن بجائے اس کے سالگرہ کی تقریبات بھی ہم اس طور پر منا رہے ہوتے ہیں کہ موت کو اور اللہ کو بالکل ہی بھول جاتے ہیں۔ مخلوط محافل اور لباس ایسے تراش خراش والے کہ پہنے ہوئے بھی خواتین برہنہ نظر آئیں، ایسے ماحول میں ہم سالگرہ مناتے ہیں۔ جبکہ زمانہ ہم پر ہنس رہا ہوتا ہے۔ زمانے نے دیکھا ہے کہ ایسے ہی جن قوموں نے اللہ اور اپنے رسولوں کی نافرمانی کی ان کا کیا حال ہوا۔ حتیٰ کہ پوری پوری قومیں ملیامیٹ کر دی گئیں۔ قوم نوح، قوم لوط، قوم شعیب، آل فرعون کے ساتھ یہ ہوتا رہا ہے اور زمانہ ان تمام باتوں پر گواہ رہا ہے۔

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝۲﴾ ’’یقیناً انسان خسارے میں ہے۔‘‘

زمانہ دیکھ رہا ہے کہ نوع انسانی بہت بڑے خسارے سے دوچار ہونے والی ہے۔ قرآن مجید نے اس خسارے کے بارے میں جو وضاحت کی ہے اس کی شکل جہنم ہے اور وہ کوئی چھوٹا موٹا خسارہ نہیں ہے کہ چند دن کی قید کاٹ کر نکل آنا نہیں ہے۔ جہنم جس کی تفصیل قرآن میں بھی بار بار آئی ہے، جس سے بار بار ڈرایا گیا ہے اور احادیث میں بھی بہت تفصیلات ہیں وہ بہت بڑے عذاب کی جگہ ہے جہاں دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ شدید آگ میں جلنا ہے۔ دنیا کی آگ میں ہم چند سیکنڈ کے لیے اپنی انگلی نہیں ڈال سکتے اور جہنم کی آگ میں سینکڑوں ہزاروں سال جلنا ہے۔ کیا اس کا رسک لیا جا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، اس کی ہدایت کے لیے نبی اور رسول ﷺ بھی بھیجے لیکن اللہ تعالیٰ کا علم چونکہ کامل ہے، وہ ماضی، حال اور مستقبل کو بھی جانتا ہے لہٰذا اسے معلوم ہے کہ اس امتحان میں بہت کم لوگ کامیاب ہونے والے ہیں اور وہ کون ہوں گے، اگلی آیت میں بتا دیا گیا:

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳﴾ ’’سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور انہوں نے ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کی اور انہوں نے باہم ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔‘‘

بہت کم لوگ ہوں گے جو اس بہت بڑے اور دائمی خسارے سے بچ پائیں گے اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو چار شرائط کو پورا کرنے والے ہوں گے۔ وہ چار شرائط کون سی ہیں آیئے ان کا تفصیل سے مطالعہ کرتے ہیں:

**پہلی شرط: ایمان**

نجات کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ہم ایمان لے آئیں۔ یہ اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں ایمان موروثی طور پر ملا ہوا ہے۔ لیکن ایمان کے بھی دو درجے ہیں۔ یعنی اقرار باللسان وتصدیق بالقلب۔ ایک تو یہ ہے کہ ہم نے زبان سے کہہ دیا کہ اللہ ہے لیکن دل میں یقین نہیں ہے ایسے شخص کو بھی ہم مسلمان کہیں گے لیکن حقیقی ایمان وہ ہے جو دلی یقین والا ہے۔ دل واقعی اس بات پر جم جائے، گواہی دے، دلی یقین ہو، کہ واقعتاً اللہ ہمارا مالک ہے، خالق ہے اور اس نے ہماری ہدایت کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے۔ لہٰذا رسالت پر بھی ایمان ہو اور رسالت پر ایمان کے حوالے سے کچھ گوشے اور بھی ہیں کہ آسمانی کتابیں فرشتوں کے ذریعے نازل ہوئی ہیں۔ لہٰذا فرشتوں پر بھی ایمان ہونا چاہیے اور آسمانی کتابوں پر بھی۔ دنیا میں جو شخص بھی ان ایمانیات کا زبان سے اقرار کرے گا وہ مسلمان ہی مانا جائے گا چاہے دل میں ایمان ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ کوئی شخص کسی کے دل میں گھس کر نہیں دیکھ سکتا کہ اس کے اندر ایمان ہے یا نہیں ہے۔ اس کا فیصلہ تو اللہ نے ہی کرنا ہے۔ لیکن آخرت کے فیصلے دلی یقین اور ایمان کی بنیاد پر ہوں گے۔ منافقین بھی صرف زبان سے اقرار کرتے تھے اور حضور ﷺ کو اللہ کے نظام کے تحت معلوم تھا کہ یہ پکے منافق ہیں لیکن چونکہ منافقین زبان سے اقرار کرتے تھے اس لیے انہیں مسلمان ہی کہا گیا۔ لیکن صرف زبان سے اقرار کافی نہیں ہے۔ پکا مسلمان ہونے اور خسارے سے بچنے کے لیے یقین قلبی والا ایمان ضروری ہے۔ ایسا ایمان کہاں سے آئے گا؟ اس کا ایک ذریعہ تو یہ ہے کہ آپ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کریں۔ صحبت کے

## تنظیم اسلامی اور ملکی انتخابات

عمومی قومی انتخابات 25 جولائی 2018ء کو ہو رہے ہیں۔ تمام رفقاء تنظیم اسلامی کو آگاہی/یاد دہانی ہو کہ اس ضمن میں تنظیم کی پالیسی درج ذیل ہے:

ا) تنظیم اسلامی نہ بحیثیت جماعت ملکی انتخابات میں حصہ لے گی، نہ ہی اپنے کسی رفیق/رفیقہ کو اجازت دے گی کہ وہ کسی انتخاب میں خود بحیثیت امیدوار کھڑا/کھڑی ہو یا کسی دوسرے امیدوار یا جماعت یا محاذ کے حق میں کنویسنگ کرے۔ اس معاملے میں خلاف ورزی اخراج عن التنظیم پر بھی منتج ہو سکے گی۔

ب) البتہ رفقاء/رفیقات تنظیم اپنا حق رائے دہی، جو اصلاً قومی امانت ہے، ادا کرنے کے لئے کسی امیدوار کو ووٹ دے سکیں گے/گی۔ بشرطیکہ وہ امیدوار:

(i) کم از کم ظاہری اعتبار سے فسق و فجور کا مرتکب نہ ہو۔ اور

(ii) کسی ایسی جماعت سے وابستہ نہ ہو جس کے منشور یا اس کی اعلیٰ قیادت کے اعلانیہ نظریات و تصورات میں کوئی بات خلاف شریعت موجود ہو۔ تاہم نظم کے اعتبار سے اس ضمن میں متعلقہ رفیق/رفیقہ کی ذاتی رائے اور صوابدید ہی حتمی ہوگی۔

ج) اس دفعہ کا اطلاق مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں اور سینٹ کے علاوہ بلدیاتی اداروں پر بھی ہوگا البتہ سماجی تنظیموں اور اداروں، یا پیشہ ورانہ اور محکمانہ یونینوں (Trade Unions) کے ضمن میں خاص حالات میں نرمی برتی جا سکتی ہے۔ تاہم ان کے انتخابات میں حصہ لینے کے لئے بھی تنظیم کی اجازت ضروری ہوگی۔‘‘

اپنے اثرات ہوتے ہیں۔ بُرے لوگوں میں بیٹھیں گے تو لازمی بُرے اثرات لے کر اُٹھیں گے۔ اسی طرح نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھیں گے تو ایمان کی حرارت لے کر جائیں گے۔ لیکن ایمان کا سب سے بڑا منبع اور سرچشمہ قرآن مجید ہے۔ قرآن کو توجہ سے پڑھا جائے، سمجھا جائے تو ایمان اپنے آپ دل میں پیدا ہو جائے گا۔ اسی لیے مولانا ظفر علی خان نے کہا تھا کہ

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکان فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

## دوسری شرط: عملِ صالح

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں اخلاقی حس رکھی ہے۔ موٹے موٹے اخلاقی اصول ہر شخص جانتا ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ دیانتداری اچھی بات ہے اور کسی کے ساتھ خیانت کرنا بری بات ہے۔ جھوٹ بولنا بری بات ہے اور سچ بولنا اچھی بات ہے، کسی کو دھوکہ دینا بری بات ہے اور کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اچھی بات ہے۔ اسی طرح کسی کا مال ناجائز ہڑپ کرنا بری بات ہے اور کسی کے ساتھ تعاون کرنا اچھی بات ہے۔ اسی طرح اللہ نے ہر شخص کے اندر ایک چیز ایسی بھی رکھی ہے جو بتا دیتی ہے کہ کیا غلط ہے اور کیا صحیح ہے۔ یہ انسان کی فطرت میں شامل ہے اور اسلام دین فطرت ہے۔ جس چیز کو اسلام بُرا کہتا ہے اس کو انسان کا ضمیر بھی بُرا محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح اسلام کے مطابق جو کام نیکی ہے اس کو انسانی ضمیر بھی اچھا سمجھتا ہے۔ چنانچہ جس چیز سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرما دیا ہے اس سے بچنا اور جس چیز کا حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دیا ہے اس کو کرنا عمل صالح ہے۔ یعنی اللہ کی بندگی، تقویٰ اور عمل صالح ایک ہی مفہوم کو ادا کرتے ہیں۔ عمل صالح میں تمام معاشرتی حقوق و فرائض شامل ہیں۔

## تیسری شرط: حق بات کی تلقین

قرآن مجید میں یہ وارننگ بھی ہے کہ:
﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ﴾ ”تو کیا تم کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو نہیں مانتے؟“ (البقرۃ:85)

یعنی اپنی مرضی سے تو یہ طے کر لیا کہ ان معاملات میں تو ہم اللہ کا حکم مانیں گے اور دیگر معاملات میں شریعت کی پابندی ممکن نہیں ہے، اگر حرام کا فتویٰ لگتا ہے تو لگے ہماری تو مجبوری ہے۔ جیسے اگر ہم سود سے تائب بھی نہیں ہو رہے اور اس کے بدلے میں حج اور عمرے کی تعداد بڑھا رہے ہیں تو پھر قرآن کہتا ہے کہ:
”تو نہیں ہے کوئی سزا اس کی جو یہ حرکت کرے تم میں سے سوائے ذلت و رسوائی کے دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے روز وہ لوٹا دیے جائیں گے شدید ترین عذاب کی طرف۔“ (البقرۃ:85)

یعنی دین کی کچھ باتوں کو مان لینا اور کچھ کا انکار کرنا، یہ اللہ کو مطلوب نہیں ہے۔ اللہ تو چاہتا ہے کہ:
﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً﴾ ”اے اہل ایمان! اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔“ (البقرۃ:208)

اپنی پوری کی پوری زندگی اور اس کا ہر ہر لمحہ اللہ کی بندگی اور اطاعت میں گزارو۔ البتہ کسی وقت اگر جذبات کی رو میں بہہ کر یا شیطان کے بہکاوے میں آ کر کوئی غلطی ہو بھی جائے تو فوراً سچی توبہ کر لے۔ اللہ معاف کر دے گا۔ لیکن اگر ہم یہ سوچ کر مطمئن ہو جائیں کہ موت سے پہلے توبہ کر لیں گے ابھی تو بڑی زندگی پڑی ہے۔ خاص طور پر نوجوانی کے دور میں یہی بات ذہن میں ہوتی ہے تو یہ بہت بڑی بھول ہوگی۔ اس لیے کہ موت کا کسی کو نہیں پتا کہ کس لمحے آ جائے۔ کوئی گارنٹی نہیں ہے کہ اتنی عمر تو لازماً ہمیں ملے گی اس کے بعد ہی موت آئے گی۔ اسی لیے حکم ہے کہ غلطی ہو جائے تو توبہ کرنے میں دیر نہ کرو اور توبہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ آئندہ کے لیے عزم کرے کہ ایسا گناہ دوبارہ نہیں کرے گا اور پھر اس عزم پر قائم رہنے کی کوشش بھی کی جائے اور اگر پھر کسی وقت پاؤں پھسل گیا تو پھر اسی عزم و جزم کے ساتھ توبہ کرنی چاہیے۔ لیکن اللہ کی بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی پوری زندگی اللہ کی اطاعت میں گزارے اور دوسروں کو بھی حق بات کی تلقین کرے۔ کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہر مسلمان پر لازم ہے۔ یہ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا لازمی تقاضا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے وہ اسے اپنے ہاتھ (طاقت) سے بدلے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے (منع کرے) اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے (برا جانے)، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔“ (مسلم)

والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اولاد کی صحیح تربیت کریں اور دین کا علم ان تک پہنچائیں اور آس پاس دوستوں کے اندر بھی اگر کوئی شخص غلط کام کر رہا ہے تو اُس کو روک کیونکہ منکرات سے روکنا اور حق بات کہنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے حوالے سے اصل ذمہ داری حکومت کی ہے۔ لیکن اس کے بعد علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ بتائیں کہ یہ غلط ہے، اس سے باز آ جاؤ۔ ایک لحاظ سے یہ پوری اُمت کی بھی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ آخری نبی اور رسول ہیں لہٰذا اب آپ ﷺ کے بعد پوری دنیا میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام آپ ؐ کی اُمت نے کرنا ہے۔ لہٰذا پوری دنیا میں قرآن کا پیغام پہنچانا اور یہ بتانا کہ حق کیا ہے اور غلط کیا ہے اور اس دھرتی پر اللہ کا نظام قائم کرنا اس اُمت کی ذمہ داری ہے اور یہی تواصی بالحق ہے۔ حضور ﷺ اور آپ ؐ کے صحابہؓ نے یہی کام کر کے دکھایا ہے۔ آپ ؐ اور آپ ؐ کے صحابہؓ جہاں بھی جاتے تھے تو وہ لوگوں کو اسی بنیاد پر دعوت دیتے تھے کہ یہ زمین اللہ کی ہے اور اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو مکمل نظام دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو اس دھرتی پر قائم کیا جائے۔ تم اس نظام کو تسلیم کرو گے تو تم ہمارے بھائی ہو لیکن اگر اس کا انکار کرو گے تو پھر فیصلہ تلوار کرے گی۔ چنانچہ رومن ایمپائر اور پرشین ایمپائر پر اللہ کا نظام قائم کر کے دکھایا۔ البتہ کسی کو بھی جبراً مسلمان نہیں بنایا۔ خود لوگوں نے جب اللہ کے فطری نظام کی برکات دیکھیں تو خود ایمان لے آئے۔ چنانچہ یہ تواصی بالحق یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ہی ثمرات تھے کہ مسلمان ساڑھے سات سو برس تک دنیا میں سپریم پاور رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ذریعے سے اسلام پہنچا اور کروڑوں لوگ اس نظام کی برکات کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ اس وقت تواصی بالحق کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مسلمان نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کا فریضہ سرانجام دے اور پھر اگر کوئی جماعت اقامت دین کے لیے کھڑی ہوتی ہے تو اس کا ساتھ دینا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

## چوتھی شرط: صبر کی تلقین

یہ شرط اصل میں تیسری شرط کا لازمی نتیجہ ہے کہ جب آپ حق بات کہیں گے تو لازماً مخالفت ہوگی۔ لوگ روڑے اٹکائیں گے۔ یہاں تک کہ حق و باطل کے اس معرکے میں نوبت جہاد و قتال تک پہنچ جائے گی۔ ظاہر ہے کہ وہاں پھر صبر کی ضرورت ہے۔ پھر ایسا نہ ہو کہ گھبرا کر پیچھے ہٹ جاؤ۔ نہیں اب ڈٹے رہو۔ ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہو۔

یہ ہے وہ کردار جس میں ایک بندہ مومن کی زندگی کا پورا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے۔ گارنٹی اللہ نے ان لوگوں کے لیے دی ہے کہ وہ بچا لیے جائیں گے۔ باقی اللہ کسی گناہ گار کو بھی معاف کر دے اس کو اس کا اختیار ہے۔ اس کا ہاتھ کوئی نہیں روک سکتا۔ جو حضور ﷺ اور قرآن کے ذریعے اللہ نے ہدایت دی ہے وہ یہ ہے اور یہ پورے قرآن کا خلاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سورت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

# سیاسیاتِ حاضرہ (7)

29 تا غلامم در غلامی زادہ ام　　ز آستانِ کعبہ دور افتادہ ام

کیونکہ میں (آج کا مسلمان) غلام ہوں اور غلامی میں ہی آنکھ کھولی ہے اس وجہ سے (میری سوچ اورافتادِطبع) کعبہ کی چوکھٹ سے دور جاپڑی ہے

30 چوں بنامِ مصطفیٰؐ خوانم درود　　از خجالت آب میگردد وجود

(مغرب کی اس غلامانہ ذہنیت کے ساتھ) جب میں اپنے آقا حضرت محمد ﷺ پر درود پڑھتاہوں تو شرمندگی سے میراوجود پانی پانی ہوجاتا ہے

31 عشق می گوید کہ "اے محکومِ غیر"　　سینہ تو از بتاں مانند دیر

عشق (ایمان) کہتا ہے کہ اے غیر کے غلام اور محکوم (تو کیسا مسلمان ہے؟) تیرا سینہ (مغربی تہذیب کے) بتوں کی وجہ سے بت خانے کی طرح ہوگیا ہے

32 تا نداری از محمدؐ رنگ و بو　　از درودِ خود میالا نامِ او

جب تک (مغربی تہذیب اور سیکولرازم کے بتوں سے اپنے آپ کو پاک کرکے) محمد ﷺ کے سیرت واخلاق کواختیار نہیں کرتا اپنے درود سے اُن ﷺ کے پاک نام کوآلودہ نہ کر

33 از قیامِ بے حضورِ من مپرس　　از سجودِ بے سرورِ من مپرس

آج میری (مسلمان) کی نماز بے حضوری کی نماز ہے اس کا حال مت پوچھ اور آج میرے سجدے بےلذّت ہیں ان کا (اللہ کی نگاہ میں) کوئی وزن نہیں

---

29۔ چونکہ میں (مغرب کے منحوس صہیونی استعمار کا) غلام ہوں اور اسی طرح غلامی میں 1857ء سے کئی نسلیں بیت چکی ہیں لہٰذا میں غلام ابن غلام ابن غلام ہوں لہٰذا میری سوچ، میری فکر، میری ذہنی ساخت اور استدلال کے طریقے مغربی اَفکارونظریات اور نظامِ تعلیم سے ہی مستعار ہیں۔ میں ڈارون، فرائڈ، ہیگل اور مارکس جیسے فلاسفہ سے متاثرہوں۔یوں میری سوچ اور میرا وجودکعبہ کی چوکھٹ سے دُور جاپڑے ہیں۔میری سوچ میں اللہ،رسول اورقرآن کا حقیقی مقام نہیں رہا۔

30۔ غلامی کی ذہنی وفکری بیماریوں کی وجہ سے میری سوچ غلامانہ ہےاور میں اس نظریاتی ناپاکی★ کی حالت میں جب اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر درود پڑھتاہوں تو مجھے شرم آتی ہےاور میں GUILTY محسوس کرتا ہوں کہ میرے پیغمبر (ﷺ) مجھ سے کیا تقاضا کرتے ہیں اور میں اور میری ترجیحات کیا ہیں۔ میرا وجود شرمندگی سے پانی پانی ہوجاتا ہے کہ میں کب تک غلامی پر مطمئن بیٹھارہوں گا میراضمیر مجھےاقوامِ غالب کےنظریات کے خلاف بغاوت پراُکساتا ہے۔

31۔ میرا جذبہ اور ضمیر (عشق) یہ کہتا ہے: اے غیروں (مغربی،صہیونی، خدابےزاراوردین دشمن استعمار) کے غلام! توکس منہ سے اسلام، خدا، پیغمبراسلام حضرت محمد ﷺ،قرآن، روح، ضمیراورانسانیت کا نام لیتا ہے؟ تیرے سینے میں تومغربی افکار کے بُت ہیں اورتو ڈارون کا ترقی یافتہ جانوراورفرائڈ کاجنسی حیوان ہے پہلے (ان ناپاک نظریات سے) اپنے آپ کو پاک کر پھر خداشناسی، وحی، قرآن اورانسان واخلاق دوستی کی بات کرنا۔ مغربی سوچ کے تحت سارے انسانی نظریات جدیددور کے بُت ہیں (جومسلمان کوتوڑنے ہیں)۔

32۔ اے منحوس مغربی استعمار کے سامنے سجدہ ریز مسلمانو! اُٹھو جب تک تم فخرانسانیت اورمکمل وکامل ترین انسان حضرت محمد ﷺ کارنگ وبُواختیارنہیں کرتے ان پر درودوسلام پڑھنا بھی چھوڑ دوکہ اس طرح تمہارے درود وسلام سے اس فخرموجودات ہستی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا نام آلُودہ ہوتاہے۔بقول اقبال ؏

اُمتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں

33۔ آج میری یعنی برطانوی ہند کے ہرمسلمان کی نماز بےحضوری کی نماز ہے اس میں 'احسان' کی اعلیٰ کیفیات★ تو کیا، اس میں نماز کے لیے ناگزیر توجہ بھی نہیں ہے اور میرا قیام اور سجود بےلذّت ہے۔ احسان کا درجہ ہوتا تو غلامی کے خلاف بغاوت ہوتی۔ بقول اقبال

مُلّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

★ جیسے قرآن پاک میں آیاہے کہ اِنَّمَا الۡمُشۡرِكُوۡنَ نَجَسٌ (التوبہ:28) کہ مشرک معنوی طور پرنجس ہیں۔

★ حدیث جبرئیل میں آیا ہے کہ جب سوال ہوا کہ اسلام اورایمان کے بعد احسان کے بارے میں فرمایئے (جوایمان کا اعلیٰ درجہ ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اللہ کو دیکھ رہاہے یا کم ازکم وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔

## جمہوریت کے ذریعے کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔ اس کے لیے یہاں اسلام کا عادلانہ نظام قائم کرنا ہوگا اور ایسا کسی انقلابی اقدام سے ہی ممکن ہوسکتا ہے: ایوب بیگ مرزا

## دس سالہ جمہوری تسلسل میں ہم پہلے سے زیادہ کمزور ہوئے ہیں۔ ملک مزید قرضوں میں ڈوب گیا، کرپشن، فحاشی اور بے حیائی میں مزید اضافہ ہوا، اخلاقی حالت بھی پہلے سے زیادہ خراب ہوئی: رضاء الحق

میزبان: وسیم احمد

### ووٹ کس کو دیں ؟ کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

**سوال:** گزشتہ دس سالوں میں پاکستان میں جمہوریت کا ٹریک ریکارڈ کیسا رہا ہے اور کیا یہی سسٹم پاکستان میں چلنا چاہیے؟

**ایوب بیگ مرزا:** پاکستان میں جس طرز کی جمہوریت ہے اس طرز کی جمہوریت دنیا میں کہیں نہیں ہے۔ تقسیم ہند سے پہلے یہاں انگریز حکمران تھا اور اسی نے ہمیں یہ جمہوریت کا نظام دیا۔ چونکہ برطانیہ میں پارلیمانی جمہوریت تھی لہٰذا ہم نے بھی پارلیمانی جمہوریت کو ہی اپنایا۔ جمہوریت ایک طرز حکومت ہے اور ہمارے دین کے مطابق سیاسی نظام مشاورت سے طے کیا جاسکتا ہے۔ ہم پر کوئی طرز حکومت مسلط نہیں کیا گیا کہ آپ نے یہ طرز حکومت ہی اپنانا ہے۔ اس میں آپشن ہوسکتے ہیں۔ ایسا طرز حکومت جس میں کوئی بات شریعت کے دائرے سے باہر نہ ہو وہ اپنایا جاسکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد خلافت راشدہ کا دور ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا کوئی باقاعدہ جانشین مقرر نہیں کیا۔ ہمارے جو چار خلفائے راشدین ہیں ان کا طرز انتخاب مختلف ہے۔ صحابہ کرامؓ کے باہمی مشورے سے حضرت ابوبکر صدیق ؓ خلیفہ منتخب ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ کو باقاعدہ اپنا جانشین مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ نے ایک کمیٹی بنادی جو عشرہ مبشرہ میں سے کچھ افراد پر مشتمل تھی۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام میں اپنا حکمران بنانے کے حوالے سے ہمیں بہت کھلا میدان ملتا ہے۔ البتہ شرط یہ ہے کہ کوئی ایسا طریقہ کار نہ ہو جو شریعت سے متجاوز اور متصادم ہو یا جو غیر اسلامی ہو۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو جمہوریت کا جو ظاہری معاملہ نظر آتا ہے اس میں اگر قرآن وسنت کی بالادستی ہو اور اس کے تحت لوگوں سے رائے لینے کا کوئی نظام ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن یورپی جمہوری نظام میں ایسی بات نہیں ہے کیونکہ اس میں اکاون فیصد کچھ بھی طے کرسکتے ہیں۔ پاکستان نے اپنی جمہوریت اگرچہ یورپ سے لی ہے لیکن ہمارا آئین قرآن وسنت کے خلاف قانون سازی کی اجازت نہیں دیتا۔ اس حوالے سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان میں ایک ایسا جمہوری نظام قائم کیا جاسکتا ہے جسے اسلامی جمہوریت کہا

**مرتب: محمد رفیق چودھری**

جائے اگر وہ تمام شرائط کے ساتھ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جمہوریت بذات خود کوئی فتنہ کوئی برائی نہیں ہے۔ اصل میں یورپ نے اس کو جس طرح اپنایا اور پھر دنیا بھر میں برآمد کیا تو وہ کفر، شرک اور فتنہ بن گیا۔ لہٰذا اگر پاکستان میں کوئی جمہوریت ہے تو ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے لیکن اس بات کو تسلیم کرنا چاہیے کہ پاکستان میں جمہوریت کا حلیہ بہت بری طرح بگاڑا گیا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان اکٹھے آزاد ہوئے تھے۔ وہاں جمہوریت میں کوئی رکاوٹ نہیں آئی لیکن یہاں جمہوریت کو فوجی بوٹوں تلے روندا گیا۔ میں اس میں سول اور عسکری دونوں قیادتوں کو قصوروار سمجھتا ہوں۔ عسکری قیادت نے اپنے بوٹوں تلے جمہوریت کو روندا۔ اور سیاست دان جن کا اصل کام جمہوریت کا تحفظ تھا، انہوں نے اس کی حفاظت نہیں کی۔ یہاں جمہوریت کے ساتھ ایسا کھیل بھی کھیلا گیا کہ رات کو ری پبلکن پارٹی بنی اور صبح کو ساری مسلم لیگ اس میں شامل ہوگئی۔ 1955ء میں ایسا ہوا تھا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ اسی طرح رات کو ایک وزیراعظم کو برطرف کیا گیا اور صبح کو ایک شخص (محمد علی بوگرہ جو امریکہ میں پاکستانی سفیر تھے) کو اس لیے وزیراعظم بنا دیا گیا کہ ان کے ہاتھ میں امریکہ کی چٹھی تھی کہ اس بندے کو وزیراعظم لگادیا جائے۔ ساری اسمبلی نے ان کی حمایت کردی۔ یہ ہمارا ٹریک ریکارڈ ہے۔ یعنی ہمارے ہاں جمہوری پراسس صحیح طرح چلا ہی نہیں۔ پچھلے دس سالوں سے جمہوری نظام یہاں چل نہیں رہا بلکہ رینگ رہا ہے۔ لیکن پھر بھی میں کہوں گا کہ ہمارا جمہوری نظام جتنا پہلے خراب تھا اتنا اب نہیں ہے۔ کچھ بہتری ہوئی ہے۔ پہلے یہاں ہارس ٹریڈنگ زیادہ ہوتی تھی لیکن اب اتنی نہیں ہورہی۔

**سوال:** آج کل الیکشن کا دور دورہ ہے۔ یہاں الیکشن میں ووٹ ڈالنے کے لیے ایک ووٹر کا کیا criteria ہونا چاہیے؟

**رضاء الحق:** پاکستان میں پچھلے دس سال سے جو جمہوری نظام چل رہا ہے اس میں ہماری جمہوری حکومتوں کی کارکردگی بہت ناقص رہی ہے۔ اس عرصے میں ہم معاشی لحاظ سے پہلے سے زیادہ کمزور ہوئے ہیں۔ کیونکہ ہمارا بیرونی قرضہ نوّے بلین ڈالر سے بھی تجاوز کرچکا ہے۔ سی پیک کا منصوبہ بھی کامیاب ہوتا نظر نہیں آرہا ہے۔ کرپشن میں کمی کی بجائے اضافہ ہی ہوا ہے۔ اسی طرح معاشرتی لحاظ سے یہاں فحاشی میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ لوگوں کی اخلاقی حالت مزید خراب ہوئی ہے۔ جب پورا معاشرہ ہی تباہی کی طرف جارہا ہے تو پھر سیاستدان اور فوج بھی تو اسی معاشرے کا ہی حصہ ہیں۔ وہ فرشتوں جیسا کردار کیسے ادا کریں گے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ووٹر کا کیا criteria ہونا چاہیے تو آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلے جنرل الیکشن میں دھاندلی کے الزامات لگے تھے۔ موجودہ نگران وزیراعظم ناصر الملک جو اس وقت چیف جسٹس تھے نے اس کے اوپر بہت بڑی ضخیم رپورٹ لکھی

تھی۔ جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اوور آل کوئی دھاندلی نہیں ہوئی لیکن انہوں نے سینکڑوں چھوٹے چھوٹے مسائل پیش کیے تھے جن کو درست کرنا ضروری ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ الیکشن کمیشن کا ادارہ ایسا ہونا چاہیے کہ جس کے ذریعے ووٹر کو امیدوار کے بارے میں معلوم ہو سکے کہ وہ اخلاقی لحاظ سے کیسا انسان ہے۔ کیا وہ الیکشن کے قابل ہے یا نہیں۔ یعنی ایسا نظام ہونا چاہیے کہ لوگوں کے پاس تمام امیدواروں کے بارے میں مکمل معلومات ہونی چاہیے۔

**ایوب بیگ مرزا**: پاکستان ایک نظریے کی بنیاد پر قائم ہوا تھا۔ ہمارا ہندوؤں کے ساتھ دو قومی نظریے کا ہی جھگڑا تھا کہ ہم اس لیے پاکستان بنا رہے ہیں تاکہ ہم وہاں اپنے دین کے مطابق زندگی گزاریں۔ اگر آپ تسلیم کرتے ہیں کہ پاکستان کی بنیاد ایک نظریہ پر ہی رکھی گئی تھی تو پھر ہر ووٹر کا یہ ٹارگٹ ہونا چاہیے کہ کون سی جماعت ایسی ہے جو اس نظریے کو شرمندہ تعبیر کر سکے گی۔ اسی طرح جو امیدوار کھڑا ہے اس کی شرافت، ایمانداری اور دیانت بھی چیک ہونا چاہیے۔ لیکن بدقسمتی سے یہ معاملہ یہاں ہوتا نہیں ہے۔

**سوال**: جو معیار آپ نے بتایا ہے اس کے مطابق تو ہمیں دینی جماعتوں کے امیدواروں کو ہی ووٹ دینا چاہیے لیکن لوگ سمجھتے ہیں کہ دینی جماعتیں حکومت نہیں بنا سکتیں، اس لیے ہم اپنا ووٹ کیوں ضائع کریں۔ ایسی صورت حال میں آپ کیا راہنمائی دیں گے؟

**ایوب بیگ مرزا**: اصل میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں یورپی اثرات کی وجہ سے یہ ایک غلط تصور پیدا ہو گیا کہ ریاست اور مذہب الگ الگ چیزیں ہیں۔ اس وجہ سے تعلیم یافتہ طبقہ سمجھتا ہے ایک دیندار آدمی کا سیاست اور ریاست کے معاملات سے کیا تعلق ہے؟ اسے تو مسجد میں نماز پڑھانا چاہیے، واعظ وغیرہ کہنا چاہیے۔ یہ غلط تصور ہونے کی وجہ سے بھی دینی جماعتوں کو ووٹ نہیں پڑتے۔ حالانکہ اسلام محض ایک مذہب نہیں بلکہ ایک مکمل دین ہے جس کے اندر سیاست، معیشت اور معاشرت تینوں اجتماعی شعبے شامل ہیں۔ دوسری بات یہ ہے جو آج تک سامنے آئی ہے کہ ان دینی جماعتوں نے بھی اپنا کردار اس طرح سے نہیں نبھایا کہ جس کو دیکھ کر لوگ ان کو ووٹ دیتے۔

**سوال**: ایک اُمیدوار بہت نیک اور اچھے کردار کا مالک ہے لیکن اس کی جماعت کا قائد اچھے کردار کا مالک نہیں ہے یا جماعت کا لیڈر اچھے کردار کا مالک ہے لیکن اس کا امیدوار کرپٹ ہے تو ایسی صورت میں کیا راہنمائی ہے؟

**رضاء الحق**: یہ مرغی اور انڈا والا معاملہ ہے۔ عوام الناس یعنی ووٹ دینے والے بہت سمجھدار ہیں ان کو تمام پارٹیوں کے ٹریک ریکارڈ کا پتا ہے۔ یہ صرف اُمیدوار کو دیکھتے ہیں۔ لیکن کیا وہ اپنی پارٹی کے اندر اور پھر ملک کے اندر ایسی قانون سازی کروا سکے گا جس سے کوئی بہتری آئے گی یا پھر پارٹی کی پوزیشن اس کے اوپر سبقت لے جائے گی؟ یہ ایک بہت بڑا سوال ہے۔ عام طور پر ہمارے عوام پھر دوسرے آپشن کی طرف چلے جاتے ہیں کہ ہونا تو وہی ہے جو پارٹی لیڈرشپ چاہتی ہے۔ تو کیا فائدہ ہے ایسے شخص کو ووٹ دینے کا۔ ہم اس پارٹی کو کیوں نہ ووٹ دیں جو ہمارے گلی محلوں کے کام کروائے۔ یہ ایک سوچ ہے جس کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اس حوالے سے عوام کو ایجوکیٹ کرنے کی ضرورت ہے۔ اسمبلی ممبران کی اسمبلی کے اندر اہمیت ہونی چاہیے۔ ویسے ہمارے ممبران اسمبلی میں جاتے ہی بہت کم ہیں۔ پچھلی اسمبلی کی کارروائی میں دینی جماعتوں کے لوگ سب سے زیادہ موجود ہوتے تھے اور وہی وہاں پر زیادہ تر سوالات اٹھاتے تھے۔

**موجودہ نظام صرف جاگیرداروں کے لیے بنایا گیا ہے۔ جب تک پاکستان میں اسلامی نظام قائم نہیں ہوگا عوام جاگیرداروں، وڈیروں اور سرمایہ داروں کے چنگل سے آزاد ہو ہی نہیں سکتے۔**

**سوال**: ہمارا ووٹر جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے خلاف ووٹ نہیں دے سکتا۔ ہمارے ووٹر کو ان کے پریشر سے نکلنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

**ایوب بیگ مرزا**: اصل میں پاکستان میں جمہوریت بھی بڑی نرالی سی ہے۔ تقسیم ہند سے پہلے پنڈت نہرو نے یہ بیان دیا تھا کہ جونہی ہم آزاد ہوئے ہم جاگیرداری نظام ختم کر دیں گے۔ لیکن مسلم لیگ کی طرف سے ایسا کوئی اعلان نہیں ہوا تھا۔ اس کے نتیجے میں کانگریس کے تمام جاگیردار بھاگ کر مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ پھر قائداعظم کا قیام پاکستان کے بعد جلد انتقال ہو گیا اور پھر جاگیرداروں نے یہاں کے تمام ریاستی اداروں پر قبضہ کر لیا اور پھر سارا سسٹم اس کی بنیاد پر بنا۔ پھر آگے چل کر یہ سسٹم جاگیرداروں اور صنعتکاروں میں تقسیم ہو گیا کیونکہ جب ایوب خان کے دور میں صنعتی ترقی ہوئی تو پھر صنعت کار بھی اس میدان میں کود پڑے۔ لہٰذا ہمیں وہ اصل جمہوریت جس میں کوئی بندہ یہ چاہے کہ میں اپنی مرضی کے مطابق جسے چاہوں ووٹ ڈالوں وہ میسر آ ہی نہ سکی۔

**سوال**: ہم اس صورت حال سے کیسے نکلیں؟

**ایوب بیگ مرزا**: ہمارے نزدیک اس کا ایک ہی حل ہے کہ پاکستان میں اسلام کا نظام قائم ہو جس کے لیے ہم نے آزادی حاصل کی تھی۔ جب تک وہ نظام نہیں آئے گا پاکستان کے عوام اس چنگل سے نکل ہی نہیں سکتے۔ لہٰذا سب سے پہلے کرنے والا کام یہ ہے کہ اس سارے نظام کو ہی تلپٹ کرنے کی ضرورت ہے۔ اسے جڑ سے اکھاڑنے کی ضرورت ہے۔ اور پھر اسلام کا عادلانہ نظام لانے کی ضرورت ہے۔ جب عدل کی بنیاد پر کوئی نظام استوار ہو گا تو پھر ذہن آزاد ہوں گے اور لوگ اپنی آزاد مرضی سے اپنا ووٹ دے سکیں گے۔ جب تک یہ طرز حکومت ہے اور یہ جاگیرداری سسٹم رائج ہے اس وقت تک کوئی تبدیلی نہیں آ سکتی۔

**سوال**: دنیا کے جمہوری ممالک میں ووٹنگ بیلٹ پیپر میں NOTA (none of the above) کا خانہ بھی ہوتا ہے۔ جس کے ذریعے ووٹر تمام امیدواروں پر اپنے عدم اعتماد کا اظہار کرتا ہے۔ اگر یہ سسٹم یہاں بھی رائج ہو جائے تو اس سے سیاسی جماعتیں اچھے کردار کے حامل امیدواروں کو الیکشن میں کھڑا کرنے پر مجبور نہ ہو جائیں گی؟

**رضاء اسولحق**: میں سمجھتا ہوں کہ اس سسٹم میں بہتری کے لیے یہ ایک بہت اچھا قدم ہو سکتا ہے۔ لیکن NOTA سسٹم کو بااثر بنانے کے لیے ایک متناسب نمائندگی والے سسٹم کی بھی ضرورت ہو گی۔ اس کا تصور بہت سادہ ہے۔ آپ اپنے ملک کو مختلف ایڈمنسٹریٹیو حصوں میں تقسیم کر دیں۔ مثال کے طور پر ہمارے پاس ضلع ہیں، اس کے بعد ڈویژنز ہیں اور اس کے بعد صوبے ہیں۔ صوبے بھی چھوٹے کیے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ کسی ایک سیٹ کے اوپر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ متناسب نمائندگی کیسے ہوئی ہے۔ ایک ضلع کے اندر جتنے لوگ کھڑے ہوں گے ان کو ووٹس ملیں گے پھر وہاں سے فیصلہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ زیادہ ووٹس کس پارٹی کو ملے ہیں۔ یہ نہیں کہ جیتا کون ہے۔ یہ بڑی بنیادی تبدیلی کی جائے۔ جب یہ تبدیلی آئے گی تو پھر مختلف اضلاع کے الیکٹورل رزلٹس ایک مجموعے کے طور پر

سامنے آئیں گے اور جتنے ووٹس انہوں نے حاصل کیے ہیں اس کے مطابق ان کو سیٹس ملیں گی کہ وہ اسمبلی میں جائیں اور اتنی سیٹس لیں۔ ہمارے ہاں صرف تیس فیصد لوگ ووٹ ڈالنے کے لیے جاتے ہیں یعنی ستر فیصد لوگ ووٹ ہی نہیں ڈالتے۔ مثال کے طور پر ایک حلقے میں دولاکھ رجسٹرڈ ووٹر ہیں جس میں سے چالیس فیصد یعنی اسی ہزار نے ووٹ ڈالے۔ ایک امیدوار نے پچاس ہزار ووٹ لیے اور کامیاب ہوگیا۔ تو دولاکھ ووٹ میں سے پچاس ہزار ووٹ لے کر یعنی ایک چوتھائی ووٹ لے کر پورے علاقے کا نمائندہ بن گیا اور یہ اقلیت کی آمریت ہے۔ دنیا کے جمہوری ممالک میں NOTA کے سسٹم کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ اس سے لوگوں کو اگر امیدوار پسند نہ بھی ہوں تب بھی وہ ووٹ ڈالنے کے لیے جاتے ہیں اور وہاں جا کر NOTA کا خانہ پُر کر کے آتے ہیں یعنی تمام امیدواروں کے خلاف ووٹ دے کر آتے ہیں۔ وہاں پر ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں کہ اگر کسی جگہ NOTA کا ووٹ پچاس فیصد سے زیادہ ہوگیا تو وہاں کے الیکشن کو کالعدم قرار دے دیا گیا۔ اب اگر جس جگہ الیکشن کالعدم ہوگا تو سیاسی جماعتوں کو سمجھ آجائے گی کہ ان امیدواروں کے ذریعے تو ہم جیت نہیں سکتے۔ کیونکہ لوگوں نے ہمارے خلاف ووٹ ڈال دیا ہے۔ تو پھر وہ ایک طرح سے چھلنی لگ جاتی ہے لہٰذا وہ اب بہتر امیدوار کھڑا کریں گے کیونکہ لوگوں کے پاس ویٹو کرنے کی چوائس آجائے گی۔

**سوال:** ووٹ ڈالنے کا Criteria کیا ہونا چاہیے؟

**ایوب بیگ مرزا:** ایک اسلامی ریاست کا شہری ہونے کے ناتے اسے اسی کو ووٹ ڈالنا چاہیے جو اس کے خیال کے مطابق یہاں اسلامی شریعت یا اسلامی نظام نافذ کرسکے۔ لیکن یہ اس انداز میں ہونے والا کام نہیں ہے۔ جمہوریت یہ ہے کہ وہ سب لوگ اس طرز حکومت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن ایک کہتا ہے کہ میں اس میں زیادہ بہتری لاسکتا ہوں اور دوسرا کہتا ہے میں زیادہ بہتری لاتا ہوں۔ ان کے نزدیک نظام یہی ٹھیک ہے۔ دنیا میں اسی طرح چل رہا ہے کہ تمام لوگ اس نظام کو تسلیم کرتے ہیں۔ تنظیم اسلامی کے نزدیک موجودہ نظام باطل نظام ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جمہوری نظام کوئی غیر شرعی نہیں ہے لیکن جمہوریت کے ذریعے کوئی انقلاب نہیں آسکتا۔ یعنی اس کے ذریعے کوئی بڑی تبدیلی نہیں آسکتی۔ اس کے لیے یہاں اسلام کا عادلانہ نظام قائم ہوگا اور وہ جمہوریت کے ذریعے قطعی طور پر ممکن نہیں ہے۔ وہ کسی انقلابی اقدام سے ہوگا۔ اسی وجہ سے پاکستان میں جتنے بھی قومی سطح پر انتخابات ہوئے ہیں ان سب میں اسلامی جماعتوں کو پسپائی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ حالانکہ ہمارے ہاں جتنے سروے ہوئے ہیں ان میں ریاست کو بنانے کی خواہش کا اظہار اسی فیصد سے زیادہ لوگوں نے کیا ہے۔ لیکن یہ بات بھی صحیح ہے کہ ہم اسلام پسند تو ہیں لیکن اس پر صحیح معنوں میں ڈٹ کر چلنے کے قائل نہیں ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہم اللہ ورسول ﷺ کو مانتے ہیں لیکن اللہ ورسول ﷺ کی نہیں مانتے۔

> اسلام میں جمہوری طرز حکومت اپنایا جاسکتا ہے بشرطیکہ پہلے اسلامی نظام قائم ہو اور اس کے بعد الیکشن پراسس بنایا جائے۔ موجودہ جمہوریت میں آپ اسلام کی پیوند کاری کریں گے تو وہ ناکام ہوگی اور اسلام کی بدنامی کا باعث بنے گی۔

**سوال:** حکومت کو 2018ء کے فری اینڈ فیئر الیکشن کے انعقاد کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

**رضاء الحق:** پہلی بات یہ ہے کہ الیکشن کمیشن کو بالکل آزاد ہونا چاہیے۔ اگر وہ آزاد نہیں تو اس کو آزاد کر دیا جائے۔ دوسرا یہ کہ موجودہ بیوروکریسی کو ریشفل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت کی شفاف الیکشن کروانے کی نیت بھی ہونی چاہیے۔ اسٹیبلشمنٹ اس میں اپنا کوئی مفاد نہ دیکھے کہ کس کو لے کے آنا ہے کس کو نہیں لانا۔ اگر فری اینڈ فیئر الیکشن چاہتے ہیں تو پھر لوگوں کو اس کا فیصلہ کرنے دیں تاکہ ان کی جمہوری will سامنے آئے۔

**ایوب بیگ مرزا:** پاکستان میں 1970ء میں قومی سطح پر پہلے الیکشن ہوئے۔ آج تک ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ واحد الیکشن تھے جو فری اینڈ فیئر تھے۔ لیکن میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ بھی فری اینڈ فیئر نہیں تھے۔ ہندوستان ہمارے ساتھ آزاد ہوا تھا لیکن وہاں الیکشن میں دھاندلی کا تصور ختم ہوچکا ہے۔ یعنی انہوں نے اپنے الیکشن کمیشن کے ادارے کو اتنا مستحکم کر دیا ہے کہ وہاں دھاندلی ہو ہی نہیں سکتی۔ اصل میں الیکشن کمیشن کے سامنے کسی وزیر اعظم، یا وزیر کی کوئی حیثیت نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن یہاں پہلے ذوالفقار علی بھٹو نے الیکشن کروائے تو ان پر دھاندلی کے الزامات لگے پھر نگران حکومتیں بننی شروع ہوئیں لیکن ان پر دھاندلی کروانے کے الزامات لگتے رہے۔ میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ ہم بحیثیت مجموعی ایک بددیانت قوم ہیں۔ نگران حکومت کو ایسی قانون سازی کرنی چاہیے کہ الیکشن کمیشن اتنا مضبوط ہوجائے کہ کوئی اس پر دباؤ ڈال ہی نہ سکے۔ پھر الیکشن کمیشن میں بھی دیانت دار لوگ ہوں تو یہ فری اینڈ فیئر الیکشن ہوسکتے ہیں۔

**سوال:** الیکشن اور الیکشن پراسس کے حوالے سے اسلامی نقطۂ نظر کیا ہے؟

**ایوب بیگ مرزا:** الیکشن اور الیکشن پراسس اور اسلام آپس میں متضاد ہیں۔ اسلام میں جمہوری طرز حکومت اپنایا جاسکتا ہے لیکن اس کے لیے پہلے اسلامی نظام حکومت قائم ہو پھر اس کے مطابق الیکشن پراسس بنایا جائے تب ٹھیک ہے۔ اس پراسس میں آپ اسلام کا کوئی پیوند نہیں لگا سکتے۔ اور اس جمہوریت میں آپ اسلام کی پیوند کاری کریں گے تو وہ ناکام ہوگی اور اسلام کی بدنامی کا باعث بنے گی۔

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

## ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 33 سال، تعلیم ایم ایس سی انجینئرنگ، برسر روزگار کے لیے شرعی پردے کی پابند لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0301-3004029

## دعائے مغفرت

إنا لله وإنا إليه راجعون

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کے ناظم مالیات جناب کامران فاروق خان کی چچی وفات پاگئیں

☆ حلقہ لاہور شرقی، داروغہ والا کے رفیق سرفراز احمد کے ہم زلف غلام دستگیر کے والد وفات پاگئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَاَدْخِلْھُمَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمَا حِسَابًا یَّسِیْرًا

# شاہیں اڑ گیا تیرا

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

چیف جسٹس نے چہار جانب از خود نوٹس لے کر ملک بھر میں ترتھلی مچادی۔ سب ہی اپنی اپنی کھال میں لرز رہے ہیں۔ اسی خوش گمانی پر ڈاکٹر عافیہ کی رہائی اور وطن واپسی کی درخواست بھی دے ڈالی گئی۔ قوم کے غم میں گھلتا دیکھ کر محمد بن قاسمؒ کا گمان ہونے لگا تھا۔ مگر خوابوں کا ہوائی، خلائی محل زمین بوس ہو گیا۔ نائن الیون کے بعد اسلام سے وابستگی کا جرم ایسا بن چکا کہ اس جرم پر اٹھائے، غائب کیے جہاں کہیں بھی ہوں تمام انسانی حقوق کھو دیتے ہیں۔ اگر پاکستان میں غائب شدگان ہوں تو زمین کھا جاتی، آسمان نگل جاتا ہے۔ کوئی ادارہ قبول نہیں کرتا کہ فرد کہاں گیا۔ اگر بازیاب ہو جائے تو 'جنات' کی دنیا سے لوٹنے کے بعد زبان کھولنے کے قابل نہیں بچتا۔ تاہم یہ عجیب حقیقت ضرور اچنبھے میں ڈالتی ہے کہ مسلمانوں کی قید میں رہ کر بھی نہ رمضان کے روزے، نہ عید کی آمد کی خبر ہوتی ہے۔ خوش نصیب ہوا اور خود تاریخوں کا حساب رکھ لے تو اور بات۔ ورنہ انسانی، مسلمانی تمام حقوق ساقط ہو جاتے ہیں۔

رہی عافیہ کی بات...... تو ان کا پرسانِ حال کوئی نہیں۔ نہ حکومت نہ فوج، نہ عدلیہ۔ سبھی کے پر جلتے ہیں امریکہ کے حضور......! سو چیف جسٹس بھی انکاری ہو گئے کہ ہمارا حکم امریکہ پر نہیں چلتا۔ ورنہ ہم تو سمجھنے لگے تھے کہ اب آسمان کے تارے بھی توڑ لائے جائیں گے۔

بحریہ والے ملک ریاض سے بھاؤ تاؤ قالین بیچنے والوں کی مانند ہوا۔ 50 ارب سے بات شروع ہوئی اور منت سماجت اور یقین دہانیاں کہ ایک پیسے کی کرپشن نہیں کی۔ سونیب کی کارروائی روک دی گئی۔ اور پھر 5 ارب پر معاملہ طے ہو گیا۔ ڈیم فنڈ میں پیسے جا رہے ہیں۔ حالانکہ کالا باغ ڈیم تو صرف ملک ریاض ہی سے پیسہ نچوڑ کر بنایا جا سکتا تھا! ایک کام اور پھر عزت مآب چیف جسٹس نے کیا۔ پی آئی اے طیاروں پر مارخور کی تصویر لگانے سے روک دیا۔ طیارے کی دم پر پاکستانی سرسبز وشاداب لہلہاتے لہراتے جھنڈے پر دمکتا 'خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا' والی تصویر جگمگاتی تھی۔ اب چاند تارے کی جگہ مارخور لینے کو تھا۔ مذکورہ تبدیلی والی تصاویر دیکھی جا سکتی ہیں جس میں طیارے کی دم پر پہاڑی بکرا (اگرچہ ہلکی سی داڑھی ہے مگر تسلی بخش ہے کیونکہ فیشنی داڑھی سے مشابہ ہے...... دہشت گردانہ تاثر نہیں ہے) گھنگھریالے سینگ دکھاتا کھڑا ہے۔ شاہد اقبالؒ نے جھنڈے کو 'خنجر ہلال کا' سے تعبیر نہ کیا ہوتا تو یہ نشان بدلنا نہ پڑتا۔

مشرف کے زمانے میں تمام شہروں سے میزائیل اور ایٹم بم کی یاد دلانے والے تمام نشان ہٹا دیئے گئے تھے۔ اسلام آباد میں میزائیل چوک تو موجود ہے۔ مگر اب وہ صرف چوک ہے میزائیل تو ڈاکٹر عبدالقدیر خان سے ایٹم بم کے گناہ پر معافی منگوانے کے فوراً بعد ہی ہٹا دیا گیا تھا۔ سو اسی تسلسل میں قومی ایئر لائن سے ہلال ہٹایا جانا بھی لازم ٹھہرا۔

ہریالی اب صرف جھنڈے پر باقی ہے۔ ورنہ دریاؤں کے ہونٹوں پر تو پپڑیاں جمی ہیں۔ پانچ دریاؤں والا پنجاب خشکی، خشک سالی کا مارا اب صرف اور نج ہوا پڑا ہے (ٹرین بھی اسی لیے سبز قومی رنگ ہونے کی بجائے نارنجی ہے!) سو اب سفید منظر میں سینگوں والا مارخور ہی ہمیں زیبا ہے۔ اتنا ہی شکر کافی ہے کہ ہلال کی جگہ صلیب نہ سجا دی! اقبال نے بھی تو حد کر دی۔ عالمگیر امت کی باتیں...... نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر...... (حرم کی پاسبانی کے لیے 'مسلم' کو ایک ہونے کی ہرگز اجازت نہیں۔ وہ کشنر کا دوست محمد بن سلمان حرم کے لیے لے آئے ہیں جو رازداری سے اسرائیلی وزیر اعظم سے اردن میں ملا ہے!)

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا...... مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا...... ایسے اشعار کی پاداش میں اقبال کو نصابوں سے نکال کر قوالوں اور دھمالوں کے حوالے کر دیا۔ ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست کہہ کہہ کر طارق بن زیاد، سپین پر قبضے کی دیومالائی کہانی نوجوانوں کو بہکاتی بھٹکاتی! مٹھی بھر جن نوجوانوں نے اقبال مند ہونے کی کوشش کی۔ وہ سب اب صفحہ ہستی سے غائب ہیں یا زندانی ہیں! سو ایسی ہر علامت جو شاہینی صفات اجاگر کرے، امت کا استعارہ ہو، قوت وشوکت کا اظہار ہو۔ آج کے پاکستان میں اس کا کیا کام؟ تبدیلی تو آ چکی! اب صرف تبدیلی والا باقی ہے۔ آیا ہی چاہتا ہے...... چاہنے والوں کے قومی ہاتھوں سے! ویسے قومی نشانوں، پرندوں، جانوروں پر بھی نظر ثانی ضروری ہے۔

ایک شاعر نے تپ کر کہا تھا...... کوئی اقبال سے کہہ دے کہ شاہیں مر گیا تیرا۔ سو قومی نشان 'دیگ' بھی ہو سکتی تھی۔ شکم پروری اور شکم وروں کی دنیا کا بہترین نشان! انتخابات میں یوں بھی دیگوں کا بول بالا ہوتا ہے۔ مارخور بھی گورے آقاؤں کو جارحانہ علامت لگے گی۔ سینگوں، کھروں اور منحنی داڑھی سے بھی ڈریں گے۔ گدھا شریف النفس جانور ہوتا ہے غلامی کی خوبو والا۔ ہمارے آقاؤں کے ہاں معزز ہے۔ ڈیموکریٹس کی علامت بھی ہے۔ سو چیف جسٹس صاحب نے مارخور سے روک رکھا ہے۔ شاہد گدھا بہتر رہے...... (اگرچہ وہ اتنا بھی گدھا نہیں ہوتا۔)

جمہوریت کی خبر یہ ہے کہ ن لیگ خالی کرنے کا عمل دھڑا دھڑ جاری ہے۔ 12 ٹکٹ واپس ہو گئے۔ امیدوار دھمکائے، ہشکارے، ہانکے جا رہے ہیں۔ نواز شریف نے کہا ہے کہ (اگر دھاندلی ہوئی تو طوفان اٹھے گا! عجیب پو بیان ہے۔ گویا دھاندلی ابھی باقی ہے......؟ جمہوریت کی خوبصورتیاں چہار جانب عشوے غمزے دکھا رہی ہیں۔ آمدورفت کا بازار گرم ہے۔ سارے پرندے اڑ اڑ کر تحریک انصاف کی منڈیر پر آ بیٹھ رہے ہیں۔ سارے ووٹ ان کے ڈبوں سے برآمد ہونے کا امکان قوی ہے۔ سو چلو چلو تحریک انصاف کو چلو کا سماں ہے۔ عمران خان سرخوشی میں سجدہ ریز ہو گئے۔ مگر بھول گئے کہ سجدہ کہاں اور کس کو کیا جاتا ہے! عمران خان کو ایاک نعبد وایاک نستعین پڑھانے والوں نے انہیں ترجمہ تشریح پڑھا دی ہوتی تو یہ شرمندگی تو نہ اٹھانی پڑتی۔ خاتون خانہ کی امامت میں مزار کی چوکھٹ پر سربسجدہ ہو گئے۔ کیونکہ اس سجدے سے وہ اقبالی پکار نہیں آتی...... تیرا دل تو ہے صنم آشنا!

انتخابات میں ایک معجزہ یہ تو ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ قبروں سے اٹھ کر ووٹ دینے آتے ہیں۔ انتقال کر جانے والوں سے ملاقات کی جا سکتی ہے۔ اگرچہ چہرے کچھ بدلے بدلے ہوتے تو ہیں۔ کیونکہ...... خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں!

پاکستان میں تو ہم اپنی روشن خیالیوں کا ڈھنڈورا پیٹتے نوجوان نسل میں کم لباسی کا عذاب دم سادھے، سہتے دیکھتے رہے۔ ادھر شمالی کوریا کے مردِ آہن نے اپنی قومی اقدار کے تحفظ کے لیے لڑکیوں کو منی سکرٹ پھول دار ٹائٹس (تنگ پاجامے جو ہمارے ہاں حد درجہ تنگ ہیں)

شوخ اور توجہ مبذول کروانے والے پاجامے، نیلی جینز (جو بقول ان کے سرمایہ دار معاشروں کی علامت ہیں) جالی دار باریک سٹاکنگ (’ہرچند کہیں کہ ہے نہیں ہے!‘ پاجامے) ممنوع قرار دے دی گئی ہیں قانوناً...... لڑکیاں بال ہلکے رنگ (سنہری، بلانڈ) میں نہیں رنگیں گی۔ کپڑوں پر انگریزی الفاظ لکھے ہوئے نہ ہو۔ فیشن پولیس خلاف ورزیوں پر جرمانے عائد کرے گی۔ چار ڈالر جرمانہ گھٹنوں سے اوپر سکرٹ پر ہوگا۔ جنوبی کورین و مغربی موسیقی رقص، ہیجان خیز پاپ میوزک کی ممانعت (اور خلاف ورزی والا حوالہ حوالات کیا جائے گا) کر دی گئی ہے۔ شمالی کوریا طالبان نما ہو رہا ہے۔ امریکہ کی مزید تھرتھری چھوٹے گی۔

قوموں کی زندگی، پائندگی اور حرارت قومی اقدار و تہذیب کے تحفظ میں ہوتی ہے۔ ہم اعلیٰ ترین آسمانی تہذیب کے حامل اپنا سب کچھ بھلا بیٹھے۔ عورت اسلام میں حیا، وقار اور تقدس مآب تھی۔ اسے آزادی اور برہنگی پر رواں کر کے اس پر فخر کیا گیا۔ حالانکہ یہ کم لباسی جس پر کوریا تڑپ اٹھا وہ ہے جو حدیث میں شدید تنبیہ کی حامل ہے۔ (جنت کی خوشبو تک نہ پائے گی ایسی عورت، اگرچہ جنت کی خوشبو دور دور سے آتی ہے) ہم قومی ملی، شناخت مٹی میں ملانے کو سامان فخر جان رہے ہیں!

ادھر طالبان نے مسلم امت کے علماء، دینی جماعتوں، مدارس کے نام خط جاری کیا ہے، امریکی فوج کے سربراہ جنرل نکولسن کی پریس کانفرنس کے تناظر میں۔ امریکہ یہ حربہ آزما کر بھی طالبان کو زیر کرنے میں ناکام رہا۔ اب وہ عسکری سیاسی ناکامی کے بعد مذہبی دباؤ کا حربہ استعمال کرنے کو ہے۔ کانفرنسیں کر کے علماء سے فتاویٰ حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ مسلم عوام کو گمراہ کرنے کے لیے افغانستان میں جہاد کی شرعی حیثیت اور طالبان کی مزاحمت (کفری فوجوں اور قبضے کے خلاف) کو متنازعہ بنایا جائے گا۔ سو طالبان نے علماء سے اپنی دینی ذمہ داری پہچانتے ہوئے ایسی نام نہاد اسلامی کانفرنسوں، میں شرکت سے دور رہنے کی درخواست نما تاکید کی ہے۔

مسلم عوام کو بھی قرآن، مسلم تاریخ، جہاد کے زریں ابواب پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ عوام کی نگاہیں علماء کی طرف اٹھتی ہیں اور بحمد اللہ اپنے تمام تر بگاڑ کے باوجود عوام حق پہچاننے کی صلاحیت آج بھی رکھتے ہیں۔ مداہنت بھری آوازیں پہچان جاتے ہیں۔ سو احتیاط صد احتیاط۔ امت فکری زوال کے اعتبار سے اس وقت تشویشناک صورتحال سے دوچار ہے۔ آپؐ کا فرمان پورا ہو رہا ہے: ’میری امت میں ایسی اقوام رونما ہوں گی جن میں اھواء (فکری ٹیڑھ، خواہشات نفس) یوں سرایت کریں گے جیسے کتے کے کاٹے کا اثر کہ آدمی کی کوئی رگ اور جوڑ اس کی تاثیر سے سلامت نہیں رہتا‘...... سو آج مغرب کی فکری، نظری، عملی غلامی کا زہر رگ و پے میں اتر کر اپنے اثرات بد چہار جانب دکھا رہا ہے۔ اللھم اعاذنا من ذلک ❀❀❀


## رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ”مرکز تنظیم اسلامی حلقہ مالاکنڈ نزد گرڈ اسٹیشن ڈبر (تیمر گرہ) ضلع دیر پائیں“ میں 22 تا 28 جولائی 2018ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر تک)

## ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

**نوٹ:** ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔
رفقاء ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:۔

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

برائے رابطہ: 0945-601337 / 0346-0513376

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت (042)35473375-79



## داخلے جاری ہیں

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

جاری کردہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ

# رجوع الی القرآن کورسز

(پارٹ I اور II)

یہ کورسز بنیادی طور پر تعلیم یافتہ افراد کے لیے ترتیب دیے گئے ہیں‘ تاکہ وہ حضرات جو کم از کم انٹرمیڈیٹ کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں‘ ان کو رسز کے ذریعے ان کو ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے۔ ہفتے میں پانچ دن روزانہ صبح کے اوقات میں تقریباً پانچ گھنٹے تدریس ہوگی۔ ہفتہ وار تعطیل ہفتہ اور اتوار کو ہوگی۔

**نصاب (پارٹ I) برائے مرد و خواتین**

1. عربی صرف ونحو
2. ترجمۂ قرآن (مع تفسیری توضیحات)
3. سیرت النبی ﷺ
4. قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی
5. تجوید و ناظرہ
6. مطالعۂ حدیث و فقہ العبادات
7. اصطلاحاتِ حدیث
8. اضافی محاضرات

**نصاب (پارٹ II) صرف مرد حضرات**

1. مکمل ترجمۃ القرآن (مع تفسیری توضیحات)
2. مجموعۂ حدیث
3. فقہ
4. اصولِ تفسیر
5. اصولِ حدیث
6. اصولِ فقہ
7. عقیدہ
8. عربی زبان و ادب
9. اضافی محاضرات

انٹرویو کی تاریخ، 23 جولائی (صبح 8:30 بجے)
کلاسز کا آغاز، 24 جولائی (صبح 8:00 بجے)
پارٹ II میں خواتین کی شرکت کا انتظام نہیں ہے

**نوٹ:** داخلے کے خواہشمند 23 جولائی تک اپنی رجسٹریشن ضرور کروالیں۔ رجسٹریشن نہ ہونے کی صورت میں لیٹ داخلہ نہیں دیا جائے گا۔

پارٹ I میں داخلے کے لیے انٹرمیڈیٹ پاس ہونا اور پارٹ II میں داخلے کے لیے رجوع الی القرآن کورس (پارٹ I) پاس کرنا لازمی ہے

برائے رابطہ قرآن اکیڈمی 36-K ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 35869501-3 email:lrts@tanzeem.org

ملک شیر افگن 0300-4201617

# جھوٹ کی حقیقت اور اس کی قباحتیں

## قرآن اور حدیث کی روشنی میں ایک مطالعہ

مولانا عبدالرؤف بادشاہ

زبان اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک اہم اور بڑی نعمت ہے، زبان بظاہر تو گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے، لیکن حقیقت میں یہ انسان کے دل اور دماغ کی ترجمان ہے، زبان کے صحیح استعمال کی صورت میں اس کے فوائد اس قدر ہیں، کہ صرف اس کی حفاظت سے مسلمان بندہ جنت کا مستحق ٹھہرتا ہے اور نقصانات اس قدر ہیں، کہ غلط استعمال کی صورت میں یہ چھوٹا سا ٹکڑا جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

’’جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرم گاہ کی ضمانت دے، تو میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔‘‘ (صحیح بخاری)

زبان کی حفاظت کی وجہ سے اگر ایک طرف آپ ﷺ نے جنت کی خوشخبری دی ہیں، تو دوسری طرف جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا: کہ کون سی چیز لوگوں کو کثرت کے ساتھ جہنم میں داخل کرے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

’’یعنی منہ (زبان) اور شرم گاہ۔‘‘ (سنن الترمذی)

ان دونوں حدیثوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے، کہ زبان دو متضاد صفتوں کی حامل ایک موثر آلہ ہے۔

ویسے تو زبان کی آفتیں بہت ساری ہیں، جن میں محدثین نے جھوٹ، غیبت، چغلی، بہتان، گالی گلوچ اور دیگر بہت ساری قباحتوں کو شمار کیا ہے۔ لیکن اس مضمون میں کذب (جھوٹ) کے متعلق قرآن، حدیث اور اقوال علماء کی روشنی میں بحث کی جائے گی۔

### کذب (جھوٹ) کی تعریف

کذب کے بارے میں علماء کرام فرماتے ہیں:

’’کسی چیز کے بارے میں ایسی خبر دینا جو واقعہ کے خلاف ہو، چاہے قصداً ہو یا خطاء۔‘‘ (المصباح المنیر)

یہی تعریف امام نوویؒ نے بھی نقل کی ہیں۔

اِن دونوں تعریفوں میں قصداً اور غلطی سے خلاف واقعہ بات نقل کرنے کو جھوٹ میں شمار کیا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ جھوٹ کا اطلاق ہر خلاف واقعہ بات پر ہوتا ہے، البتہ گناہ کے لیے قصد شرط ہے۔ چنانچہ مشہور عالم ابن نجیمؒ کذب کی تعریف نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

’’قصداً جھوٹ کہنے سے آدمی گناہ گار ہوتا ہے۔‘‘

یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے، کہ گناہ صرف قصداً کہنے سے ہوتا ہے، لیکن احتیاط ہر بات میں کرنی چاہیے۔ یہی وجہ ہے، کہ آپ ﷺ سے بات کو آگے نقل کرنے میں احتیاط کے بارے میں مختلف ارشادات منقول ہیں، ایک جگہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

’’آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے، کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے نقل کرے۔‘‘ (صحیح مسلم)

اسی ضمن میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

’’جس نے خاموشی اختیار کی، اُس نے نجات پائی۔‘‘ (سن الترمذی)

گویا نہ قصداً جھوٹ کہنے کی نوبت آئے گی، نہ غلطی سے اور نہ بھول کر آدمی سے جھوٹ صادر ہوگا۔

تکلم اور بات کہنے کے متعلق شریعت کا فلسفہ یہ ہے، کہ جس بات کے متعلق یقینی طور پر معلوم ہو، کہ یہ باعث ثواب ہے، وہ تو کہی جائے۔ باقی باتوں سے مکمل اجتناب برتا جائے۔ چاہے وہ گناہ کی باتیں ہوں، یا پھر گناہ اور ثواب دونوں سے خالی ہو، اس لیے کہ ہر کہی ہوئی بات لکھی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’انسان کوئی لفظ زبان سے نکال نہیں پاتا، مگر اُس پر ایک نگران مقرر ہوتا ہے، ہر وقت (لکھنے کے لیے) تیار!‘‘ (سورۃ ق:18)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

’’جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اُسے چاہیے کہ نیکی کی بات کرے یا چپ رہے۔‘‘ (صحیح البخاری)

ابن رجب حنبلیؒ اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اس حدیث میں نیکی کی بات کہنے کا اور دیگر باتوں سے خاموشی اختیار کرنے کا حکم ہے۔‘‘

ذرا آگے جا کر علامہ ابن رجبؒ مذکورہ بالا فلسفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہری معنی یہ ہے، کہ جو بات نیکی کی نہیں ہے، تو وہ گناہ ہے۔ اگرچہ ایسا گناہ نہیں ہے، جس پر سزا ہو جائے، کیونکہ بعض گناہوں پر سزا نہیں ہوتی۔ (جامع العلوم الحکم)

لیکن چونکہ اس میں ضائع کیا ہوا وقت باطل گزر گیا، اس لیے قیامت کے دن یہ حسرت اور ندامت کا باعث ہوگا، اور یہ بھی ایک قسم کی سزا ہے۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

’’جو بھی قوم کسی ایسی مجلس سے اٹھے جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر (نیکی کی بات) نہ ہو، تو وہ ایسے ہیں جیسے کوئی مردار گدھے کے پاس سے اٹھ جائے۔ اور یہی مجلس ان لوگوں کے لیے قیامت کے دن باعث حسرت ہو گی۔‘‘ (سنن ابی داود)

یعنی اگرچہ انہوں نے گناہ کی بات نہیں کی، لیکن نیکی کی بات نہ کرنا بھی باعث حسرت ہے۔

### جھوٹ کا حکم

جھوٹ بولنا قرآن، حدیث اور اجماع امت تینوں کی رُو سے حرام ہے۔ یہ گناہوں میں بدترین گناہ اور عیوب میں سب سے بڑا عیب ہے۔ چنانچہ تمام فقہاء کرام فرماتے ہیں:

الاصل فی الکذب انہ حرام بالکتاب والسنة واجماع الامة، وھو من اقبح الذنوب وفواحش العیوب (الموسوعة المفقیة الکویتیة)

### قرآن سے استدلال

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔ (سورۃ التوبۃ: 119)

امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

کذب اس لیے معیوب ہے، کہ یہ کفر کا سبب بنتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

’’سچائی کو لازم پکڑو، اس لیے کہ سچائی نیکی کی

طرف اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، بندہ مسلسل سچ بولنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں سچا لکھا جاتا ہے اور جھوٹ سے اپنے آپ کو بچاؤ، اس لیے کہ جھوٹ گناہ کی طرف اور گناہ آگ کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی مسلسل جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کہ ہاں بھی جھوٹا لکھا جاتا ہے۔'' (صحیح مسلم)

اس سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی، کہ جھوٹ تمام گناہوں کا سبب بنتا ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

اِس حدیث میں لکھنے کا معنی یہ ہے، کہ اُس آدمی کے بارے میں ملاءِ اعلیٰ میں فیصلہ ہو جاتا ہے، کہ یہ سچا یا جھوٹا ہے۔ (نووی)

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''یہ بہت بڑی خیانت ہے، کہ آدمی اپنے بھائی سے کوئی ایسی بات کہے، جس کو سننے والا سچ سمجھ رہا ہو، حالانکہ بولنے والا جھوٹا ہو۔'' (سنن ابی داوٗد)

جھوٹ کی قباحت اس قدر ہے، کہ آپ ﷺ نے مذاق میں جھوٹ بولنے سے بھی منع فرمایا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

خبردار! جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ نہ تو سنجیدگی میں جائز ہے، اور نہ مذاق میں۔ (سنن ابی ماجہ)

جھوٹ سے احتیاط اس قدر لازم ہے، کہ بچوں کے ساتھ کسی چیز کا وعدہ کر کے پھر اُس کو پورا نہ کرنا بھی جھوٹ میں شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''کوئی بندہ بچوں کے ساتھ ایسا وعدہ نہ کرے، جس کو بعد میں پورا نہ کرے۔'' (ایضاً)

## اجماعِ امت

تمام فقہاء کرام کے ہاں جھوٹ بولنا حرام ہے، اور اس کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے۔ ''الموسوعہ الفقھیة الکویتیة''میں اجماع کے بارے میں عبارت یوں ہے:

جھوٹ کے حرام ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

## جھوٹ کی قباحتیں

یہ بات گزر گئی، کہ جھوٹ تمام گناہوں اور برائیوں کی جڑ ہے، جھوٹ آدمی کو تمام گناہوں کی طرف بلاتا ہے اور یہ کئی سارے دوسرے گناہوں کا سبب بنتا ہے۔ قرآن اور حدیث میں جھوٹ کی بہت ساری قباحتیں بیان کی گئی ہیں، یہاں اُن میں بعض کو ذکر کیا جاتا ہے۔

## جھوٹ ایمان کے منافی ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''جھوٹ تو وہ لوگ بناتے ہیں جنہیں اللہ کی باتوں پر یقین نہیں اور وہی لوگ جھوٹے ہیں۔'' (سورۃ النحل: 105)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''مومن میں سوائے خیانت اور جھوٹ کے تمام خصلتیں جمع ہوسکتی ہیں۔ یعنی مومن خائن اور جھوٹا نہیں ہوسکتا۔'' (مسند احمد)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے پوچھا: کیا مومن جھوٹ بول سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اُس آدمی کا اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں ہے، جو بات کرتے ہوئے جھوٹ بولے۔'' (ابن ابی الدنیا)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جھوٹ سے بچو، اس لیے کہ جھوٹ اور ایمان دو الگ الگ چیزیں ہیں۔'' (ابن سلام)

## جھوٹ نفاق کی علامت ہے

رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ کو منافق کی علامات میں شمار کیا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

منافق کی تین علامتیں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔ اور جب اُس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ (صحیح البخاری)

حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

''نفاق کی اصل اور بنیاد جھوٹ ہے۔'' (ذم الکذب)

## جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''جھوٹ تمام گناہوں کی طرف بلاتا ہے۔'' (صحیح مسلم)

اس طرح جھوٹ بولنے والا مطمئن نہیں ہوتا بلکہ ایک بے اطمینانی کی کیفیت میں مبتلا ہوتا ہے۔ حضور ﷺ سے ایک حدیث حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''سچائی دل کو مطمئن کرتی ہے، اور جھوٹ دل کو بے قرار کرتا اور شک میں مبتلا کرتا ہے۔'' (سنن الترمذی)

## حضور ﷺ کو انتہائی ناپسند عمل

جھوٹ ایک بہت بُری خصلت، صفت، بہت بُری بداخلاقی اور حضور ﷺ کو انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

''رسول اللہ ﷺ کے نزدیک جھوٹ سے بڑھ کر کوئی اور عادت نفرت کے قابل ناپسندیدہ نہیں تھی۔'' (سنن الترمذی)

## جھوٹ کی وجہ سے منہ سے بدبو کا آنا

جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو اس کے منہ سے ایک خاص قسم کی بدبو نکلتی ہے جس سے حفاظت والے فرشتہ دور چلے جاتے ہیں جیسا کہ ترمذی کی روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کے جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔'' (سنن الترمذی)

عام طور پر جھوٹ ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کے لیے یا جج کے سامنے مقدمہ میں کامیابی کے حصول کے لیے یا کسی کو تکلیف دینے کے لیے بولا جاتا ہے اور دھوکہ دینا، کسی کو تکلیف دینا خود قرآن وحدیث کی رو سے حرام ہے۔

اس طرح اگر جھوٹ کو کاروبار، تجارت میں بولا جائے تو کاروبار چاہے شرعی اصولوں کے موافق کیوں نہ ہو لیکن جھوٹ بولنے کی وجہ سے بعض اوقات حرام ورنہ مکروہ کی آمدنی آجاتی ہے جس کے نتیجہ میں انسان کی عبادات، اعمال صالحہ اور دیگر امور خیر پر بہت برا اثر پڑتا ہے، اس طرح مال سے برکت اٹھ جاتی ہے اگر ظاہر کے اعتبار سے وہ بہت زیادہ کیوں نہ ہو۔

اور یہ مشاہدہ بھی ہے کہ ایسے شخص کی پریشانی کبھی بھی ختم نہیں ہوتی بلکہ روز بروز اس میں اضافہ ہوجاتا ہے کبھی کبھار جھوٹ کی وجہ سے آدمی ظلم کا مرتکب ہوجاتا ہے جو مظلوم کی بدعا کے علاوہ دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق بن جانے کا ذریعہ ہے۔

اس کے مقابلہ میں اگر سچائی کو اپنایا جائے تو آدمی مطمئن ہو کر زندگی بسر کر سکتا ہے اور بہت سے گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ اس طرح دنیا وآخرت میں کامیابی حاصل کرنے اور ملامت سے بچنے کا بہترین نسخہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جھوٹ بولنے سے محفوظ فرمائیں۔ آمین یارب العالمین

(بشکریہ سہ ماہی ''الصدیق'' صوابی)

# منکرات اور ہماری ذمہ داری

مولانا شفیق احمد بستوی

بلاشبہ قرآن کریم کو ہمارے لیے بلکہ پوری انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے سرچشمہ ہدایت بنا کر نازل کیا ہے، ظاہر ہے کہ جو بھی اس کو قلب و جان سے تسلیم کر لے گا اس کو یہ قرآن ہر گام ایسی رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ اس کو نجات و کامیابی کی منزل تک پہنچا دیتا ہے۔

قرآن کریم کا تدبر و تفکر کے ساتھ مطالعہ کریں تو ہمیں سورۂ اعراف میں اصحاب السبت کا واقعہ ملتا ہے جس کو اللہ رب العزت نے بڑے واضح انداز میں ہماری عبرت و بصیرت کے لیے بیان فرمایا ہے، اس واقعہ میں ایک یہودی بستی کا تذکرہ ہے جو ساحل سمندر کے قریب آباد تھی۔ ہفتہ کا دن یہود کے لیے خالص عبادت کا دن مقرر تھا اس میں ان کے لیے دریا پر جا کر مچھلی کا شکار کرنا ممنوع قرار دیا گیا تھا تاکہ وہ اس دن صرف عبادت میں مشغول رہیں۔ مگر ان لوگوں میں کچھ ایسے بدطینت لوگ تھے جنہوں نے اس ممانعت کی پرواہ کیے بغیر اپنی تدبیروں اور حیلوں کے ذریعہ سے ہفتہ کے دن بھی مچھلی کا شکار جاری رکھا۔ ان کو کچھ لوگ منع کرتے تھے کہ تم ایسا مت کرو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی ہے اور کچھ لوگ وہ تھے جو خاموش رہتے تھے یعنی منع کرنے والوں میں شامل نہیں تھے بلکہ یہ الٹا منع کرنے والوں سے یوں کہتے تھے کہ تم ایسے بدطینت لوگوں کو کیوں سمجھاتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ ہلاک کرنا چاہتا ہے۔

اس صورت حال میں اس یہودی آبادی کے تمام لوگ تین حصوں میں منقسم ہو گئے، ایک جماعت تو نافرمان لوگوں کی تھی جو شکار میں مبتلا رہے اور عبادت کے دن بھی اپنا مشغلہ اپنائے رہے، دوسری جماعت ان نیک دل لوگوں کی تھی جو اس برائی کی روک تھام کی فکر کرتے تھے اور برائی کے مرتکبین کو منع کرتے تھے کہ اللہ کی نافرمانی سے باز آ جائیں۔ تیسری جماعت اور ان لوگوں کی تھی جو عملاً برائی اور اللہ کی نافرمانی میں مبتلا تو نہیں تھے مگر اس برائی کی روک تھام میں بھی کوئی کردار ادا نہیں کرتے تھے، یعنی کہ برائی کو دیکھ کر بھی خاموش رہتے تھے۔

بیان حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تین طرح کے لوگوں میں سے صرف ان لوگوں کو نجات بخشی جو کہ برائی کی روک تھام میں کوشاں رہے تھے اور بقیہ دونوں جماعتوں کو اللہ تعالیٰ نے عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیا۔ الفاظ قرآنی یوں ہیں:

﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴿۱۶۵﴾﴾ (الاعراف)

”پھر جب انہوں نے نظر انداز کر دیا اس نصیحت کو جو انہیں کی جا رہی تھی، تو ہم نے بچا لیا ان کو جو برائی سے روکتے تھے اور پکڑ لیا ہم نے ان کو جو ظلم کے مرتکب ہوئے تھے بہت ہی برے عذاب میں' ان کی نافرمانی کے سبب۔“

اس آیت مبارکہ کے مطالعہ اور اس میں غور و خوض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ظالم وہ لوگ ہیں جو کہ منکرات میں بذات خود مبتلا ہیں، نیز وہ لوگ بھی ظالم قرار پائے کہ ان لوگوں کو برائی سے روکتے نہیں تھے، بالآخر دونوں کا انجام ایک ہوا، ہمارے لیے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ خالق کائنات کی نظر میں جرائم کا ارتکاب جس طرح ظلم قرار دیا جاتا ہے اسی طرح ان جرائم کو دیکھ کر ان پر خاموشی اختیار کرنا اور ان کی روک تھام کی فکر نہ کرنا بھی ظلم شمار ہوتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں اور دیگر کتب حدیث میں ایک حدیث ہے کہ گزشتہ اقوام میں سے ایک بستی کو اللہ تعالیٰ نے عذاب سے ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا تو جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس بستی کو اس کے تمام باشندوں سمیت جا کر پلٹ کر ہلاک کر دو! جبرئیلؑ آئے پوری بستی کو دیکھا تو اس میں ایک ایسا عابد زاہد شخص بھی نظر آیا جو شب و روز اللہ کی بندگی میں منہمک و مشغول رہتا تھا تو جبرئیلؑ واپس چلے گئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اس بستی میں تو ایک ایسا شخص بھی ہے جو دن رات تیری عبادت میں مشغول ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سمیت ہی پوری بستی کو ہلاک کر دو! کیونکہ اس بستی کے لوگ میری معصیت اور گناہوں میں مبتلا ہیں اور یہ شخص بے فکری سے اپنی عبادت میں لگا رہتا ہے اس نے معصیتوں اور برائیوں کی روک تھام کی کبھی فکر نہ کی، چنانچہ جبرئیلؑ نے اس بستی کو اس عابد سمیت ہی پلٹ دیا اور سب لوگ ہلاک ہو گئے۔

اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ آپؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ”جب لوگ کسی ظالم کو ظلم کرتا ہوا دیکھیں اور وہ اس کی روک تھام کی صلاحیت و طاقت رکھتے ہوں مگر اس کو ظلم سے نہ روکیں تو پھر وہ وقت قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر ایک عمومی عذاب نازل کرے اور سب کو ہی ہلاک کر دے۔“

اسی مضمون پر مشتمل صدیق اکبرؓ کی ایک روایت ہے کہ لوگو! تم تو اللہ کا یہ کلام پڑھتے ہو:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ﴾ (المائدہ)

”اے ایمان والو! اپنی فکر کرو تو اگر تم ہدایت پر آ گئے تو کوئی گمراہ شخص تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔“

اور میں نے سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان سنا ہے کہ تم لوگ ضرور بالضرور اچھائی کو فروغ دینے اور برائی کی روک تھام کا عمل کرو ورنہ وہ وقت قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سب پر ایک عمومی عذاب نازل کرے پھر تم اس سے فریادیں کرو اور وہ تمہاری فریادیں قبول نہ کرے۔ (ریاض الصالحین)

قارئین محترم! ان روایات اور قرآن کی آیت کے تناظر میں ہم اپنے موجودہ ماحول اور معاشرے پر نظر دوڑائیں تو احساس ہوتا ہے کہ ہم جیسے کسی مہذب معاشرہ میں نہیں بلکہ ایک انسانی جنگل میں بستے ہیں جہاں انسانی شکلوں میں حیوانات اور درندے رہتے ہیں جن کا کوئی ضابطہ حیات نہیں ہے بلکہ ہر کوئی اپنی اپنی مرضی اور ترجیحات کے مطابق رویہ اپنائے ہوئے، کوئی کسی کو کسی امر منکر پر ٹوکے تو وہ اگلے کی نظر میں برا بن جاتا ہے۔ بلکہ کبھی کبھی تو اگلا شخص اس ٹوکنے والے کے گلے پڑ جاتا ہے، ایسی صورتحال میں نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے والے اپنی استطاعت و صلاحیت کے باوجود اس کا حوصلہ نہیں کر پاتے ہیں۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے ماحول میں جیسے دیگر بہت سی چیزوں کو فروغ دینے پر آتے ہیں تو تحریک کی صورت میں اس کو پھیلا دیتے ہیں اور ماحول کا ہر شخص اس سے آشنا اور واقف ہو جاتا ہے اور اس کو اپنا بھی لیتا ہے۔ مثلاً برسبیل تذکرہ بات آئی ہے تو عرض کر دیتا ہوں کہ ہماری تمام طرح کی دینی و غیر دینی

تقریبات یا شادی بیاہ کی دعوتوں میں پانی پینے کے لیے پتلی کمر والے گلاس کا رواج اب عام ہو چکا ہے حالانکہ یہ انگریزی میں ''وائن گلاس'' یعنی شراب پینے کا گلاس کہلاتا ہے مگر آہستہ آہستہ سیدھے سادے گلاس ماحول سے رخصت ہو گئے اور شرابیوں کے گلاس عام ہو گئے اور اب تو دیندار یا غیر دیندار سبھی لوگ اس کو بلا تکلف اپنا چکے ہیں جبکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس گلاس سے ہم گریز کریں بلکہ اس کی روک تھام کریں کہ آہستہ آہستہ ہمارے ذہنوں میں میخواری اور شراب نوشی کا چلن مانوس بنایا جا رہا ہے۔ ''الامان الحفیظ''

لہٰذا جس طرح کسی تحریک کو راتوں رات پروان چڑھا دیا جاتا ہے بالکل اسی طرح ہم اپنے ماحول میں رائج کسی بھی ایک برائی کو فوکس کریں اور اس پر کام کریں، لوگوں کو متوجہ کریں تا کہ ان کے ذہنوں میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ یہ کام برا ہے اور لوگ پھر اس سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کریں۔

میرے پیشِ نظر سورۃ انفال کی ایک آیت:

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ﴾ (الانفال:25)

''اور ڈرو اُس فتنے سے جو تم میں سے صرف گنہگاروں ہی کو اپنی لپیٹ میں نہیں لے گا۔''

یعنی تم اس فتنہ سے بچنے کی کوشش کرو جو خصوصی طور پر تم میں سے جو ظلم کے مرتکب ہیں انہی کو نہیں پکڑے گا، مطلب یہ ہے کہ تم ظالم اگرچہ نہیں ہو لیکن ظلم کو دیکھ کر اگر خاموش بیٹھے ہو تو پھر ڈرنے کی ضرورت ہے کہ وہ فتنہ تمہیں بھی اپنی لپیٹ میں نہ لے لے'' (الامان الحفیظ)۔ دراصل اہل علم حضرات اس کیفیت اور صورت حال کو دین میں مداہنت سے تعبیر کرتے ہیں کہ ایک برائی نظر آتی ہے مگر اس پر وہ خاموش رہتے ہیں اور بلاوجہ خاموش رہتے ہیں اس کی روک تھام کی فکر نہیں کرتے تو اس کو مداہنت کہا جاتا ہے۔

آیت کریمہ کے مضمون کی روشنی میں یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ جو لوگ ظلم کے مرتکب اگرچہ نہیں ہیں مگر ظلم کو دیکھ کر خاموشی اختیار کیے رہتے ہیں گویا کہ ظلم کے میدان فراہم کرتے ہیں تو وہ بھی ان ظالموں کے ساتھ ہی شمار ہوں گے اور اللہ کی پکڑ میں وہ بھی ظالموں کے ساتھ ہی آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

یہاں رک کر ایک حدیث شریف کا مضمون ضرور ہمیں ذہنوں میں رکھنا چاہیے جس میں سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ ''تم میں سے جو کوئی شخص کسی اور منکر کو دیکھے تو اس کو بزور طاقت روک دے، اگر ایسا نہ کر سکتا ہو تو زبان سے اس کو ٹوک دے اور اگر ایسا بھی نہ کر سکتا ہو تو دل سے ہی اس کو برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور ترین درجہ ہے۔'' (مشکوٰۃ)

حدیث ہذا کا آخری جملہ شاید کسی درجہ میں ان لوگوں کی تائید بنتا ہوا محسوس ہوتا ہو جو کہ برائیوں کی روک تھام سے خاموشی اختیار کرتے ہیں تو جواب عرض ہے کہ دل سے برا جاننے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے اور ایسے کاموں سے اور ایسے مقامات سے آدمی لاتعلقی اور دوری اختیار کرے جس سے نفرت کا عملاً اظہار ہو۔ تب ہی جا کر مداہنت کے گناہ سے بچنا ممکن ہو گا ورنہ تو سورۃ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''لعنت کی گئی اُن لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں سے۔'' بنو اسرائیل پر لعنت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ اپنے ماحول میں جرائم پیشہ لوگوں کو جرائم سے منع تو کرتے تھے پھر خاموشی اختیار کر لیتے اور ان ہی جرائم پیشہ لوگوں کے ساتھ کھانے پینے اور نشست و برخاست میں شامل ہوتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب بھی مجرمین کے ہی جیسے بنا دیئے اور پھر یکساں عذاب ان دونوں ہی گروہوں پر نازل ہوا۔

قارئین محترم! ہم اپنے ماحول میں پھیلتی ہوئی نت نئی برائیوں پر نظر رکھیں اور بڑی حکمت و بصیرت اور اچھی حکمت عملی کے ساتھ ان کی روک تھام کی تدابیر اختیار کریں تو امید ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس میں کامیابی عطا فرمائے گا۔ اور ہمارا معاشرہ بہت ساری برائیوں سے پاک ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے ناگہانی عذاب سے بھی ہم مامون رہیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ رب کریم ہم سب کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی آسان توفیق عطا فرمائے اور ہماری پوری قوم کو ناگہانی عذاب سے مامون فرمائے۔ ❁❁❁


## رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ'' جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ سعد اللہ جان کالونی،
عقب (Admor) ایڈمور پٹرول پمپ نزد سر صاحب زادہ پبلک سکول،
پرانا حاجی کیمپ، جی ٹی روڈ، پشاور'' میں
22 تا 28 جولائی 2018ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

## مبتدی تربیتی کورس

## اور

27 تا 29 جولائی 2018ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

## امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0345-9183623, 0334-8937739 / 091-2262902

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 79-(042)35473375

# The Refugee Crisis: End the Wars to Halt It

A Europe is facing the most significant refugee crisis since World War II. All attempts at resolving the issue have failed, mostly because they have ignored the root causes of the problem. On June 11, Italy's new Interior Minister, Matteo Salvini, blocked the Aquarius rescue ship, carrying 629 refugees and economic migrants, from docking at its ports.

A statement by Doctors without Borders (MSF) stated that the boat was carrying 123 unaccompanied minors and seven pregnant women. "From now on, Italy begins to say NO to the traffic of human beings, NO to the business of illegal immigration," said Salvini, who also heads the far-right League Party.

The number of refugees was repeated in news broadcasts time and again, as a mere statistic. In reality, it is 629 precious lives at stake, each with a compelling reason why she/he has undertaken the deadly journey.

While the cruelty of refusing entry to a boat laden with desperate refugees is obvious, it has to be viewed within a larger narrative pertaining to the rapidly changing political landscape in Europe and the crises under way in the Middle East and North Africa.

Italy's new government, a coalition of the anti-establishment Five-Star Movement and the far-right League party, seems intent on stopping the flow of refugees into the country, as promised on the campaign trail.

However, if politicians continue to ignore the root causes of the problem, the refugee crisis will not go away on its own.

The disturbing truth is: Europe is accountable for much of the mayhem under way in the Middle East. Right-wing pundits may wish to omit that part of the debate altogether, but facts will not simply disappear when ignored.

European politicians should honestly confront the question: what are the reasons that lead millions of people to leave their homes? And fashion equally honest and humane solutions.

In 2017, an uprising-turned-civil-war in Syria led to the exodus of millions of Syrian refugees. Ahmed is a 55-year old Syrian refugee, who fled the country with his wife and two children. His reason for leaving was no other than the grinding, deadly war.

He told the UN Refugees Agency: "I was born in Homs and I wanted to live there until the end, but this vicious war left us no other choice but to leave all behind. For the sake of my children's future we had to take the risk. I had to pay the smuggler eight thousand US dollars for each member of my family. I've never done anything illegal in my whole life, but there was no other solution."

Saving his family meant breaking the rules; millions would do the same thing if confronted with the same grim dilemma. In fact, millions have.

African immigrants are often blamed for 'taking advantage' of the porous Libyan coastline to 'sneak' into Europe. Yet, many of those refugees had lived peacefully in Libya and were forced to flee following the NATO-led war on that country in March 2011.

"I'm originally from Nigeria and I had been living in Libya for five years when the war broke out," wrote Hakim Bello in the Guardian.

"I had a good life: I was working as a tailor and I earned enough to send money home to loved ones. But after the fighting started, people like us – black people – became very vulnerable. If you went out for something to eat, a gang would stop you and ask if you supported them. They might be rebels, they might be government, you didn't know."

The security mayhem in Libya led not only to the persecution of many Libyans, but also millions of African workers, like Bello, as well. Many of those workers could neither go home nor stay in Libya. They, too, joined the dangerous mass escapes to Europe.

Afghanistan has served as the tragic model of the same story. Ajmal Sadiqi escaped Afghanistan, which has been in a constant state of US-invasion and war for almost two decades.

Sadiqi told CNN that the vast majority of those who joined him on his journey from Afghanistan, through other countries to Turkey, Greece and other EU countries, died along the way. But, like many in his situation, he had few alternatives. "Afghanistan has been at war for 50 years and things are never going to change," he said. "Here, I have nothing, but I feel safe. I can walk on the street without being afraid."

Alas, that sense of safety is, perhaps, temporary. Many in Europe are refusing to examine their own responsibility in creating or feeding conflicts around the world, while perceiving the refugees as a threat.

Despite the obvious correlation between western-sustained wars and the EU's refugee crisis, no moral awakening is yet to be realised. Worse still, France and Italy are now involved in exploiting the current warring factions in Libya for their own interests.

Syria is not an entirely different story. There, too, the EU is hardly innocent. The Syria war has resulted in a massive influx of refugees, most of whom are hosted by neighbouring Middle Eastern countries, but many have sailed the sea to seek safety in Europe.

"All of Europe has a responsibility to stop people from drowning. It's partly due to their actions in Africa that people have had to leave their homes," said Bello. "Countries such as Britain, France, Belgium and Germany think they are far away and not responsible, but they all took part in colonising Africa. NATO took part in the war in Libya. They're all part of the problem."

Expectedly, Italy's Salvini and other like-minded politicians refuse to frame the crisis that way.

They use whichever discourse needed to guarantee votes, while ignoring the obvious fact that, without military interventions, economic exploitation and political meddling, a refugee crisis – at least one of this magnitude – could exist in the first place.

Until this fact is recognised by EU governments, the flow of refugees will continue, raising political tension and contributing to the tragic loss of lives of innocent people, whose only hope is merely to survive.

**Source**: ***Adapted from an article by Ramzy Baroud***

**Note**: ***The editorial board of Nida e Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article.***

Vol: 27 Regd. No. C.P.L NO.114 No.27

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore